تیسرا ایڈیشن

بزرگانِ رائے پور

☆ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ ☆ حضرت ملاجی عبدالعزیز صاحب رائپوریؒ
☆ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ ☆ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائپوریؒ
☆ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائپوریؒ ☆ حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائیوریؒ
☆ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائپوریؒ

تالیف

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی
خلیفہ مجاز
حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری مدظلہ العالی

ناشر

مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور، ضلع سہارنپور (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ مطبوعات خانقاہ رحیمی رائے پور...(۶)

نام کتاب: بزرگان رائے پور

تالیف: محمد مسعود عزیزی ندوی 09719831058

صفحات: ۱۲۰/

تعداد: ۱۱۰۰/

قیمت: ۵۰/روپئے

پہلا ایڈیشن: ۱۴۳۹ھ م ۲۰۱۸ء - دوسرا ایڈیشن: ۱۴۴۰ھ م ۲۰۱۹ء - تیسرا ایڈیشن: ۱۴۴۳ھ م ۲۰۲۲ء

ناشر: مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور، ضلع سہارنپور (یوپی)
Email. khanqahraipur@gmail.com, www.khanqahrahimiraipur.co.in
Mob: 09410687650, 09639789186

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر مرکز احیاء الفکر الاسلامی

باہتمام
دارالبحوث والنشر
مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)
Mob:09719831058
Email:masoodazizi94@gmail.com-www.mifiin.org

ملنے کے پتے

☆ خانقاہ رحیمی رائے پور، سہارنپور ☆ کتب خانہ یحیوی، محلّہ مفتی سہارنپور
☆ دارالکتاب، دیوبند، سہارنپور ☆ اتحاد بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور
☆ مکتبہ ابوالحسن، محلّہ مفتی، سہارنپور ☆ مکتبہ ندویہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیسرا ایڈیشن

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے راقم کی کتاب ''بزرگان رائے پور'' کو بڑی مقبولیت وشہرت عطا فرمائی، اس کا پہلا ایڈیشن ۲۰۱۸ء میں شائع ہوا تھا، جو چند ماہ میں ختم ہوگیا، دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۹ء میں طبع ہوا، وہ بھی جلد ہی ختم ہوگیا، کتاب کے مطالبات آرہے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے اس کا تیسرا ایڈیشن شائع کیا جارہا ہے۔

تیسرا ایڈیشن بھی خانقاہ رائے پور کے متولی اور ناظم جناب الحاج شاہ عتیق احمد صاحب مدظلہ العالی کی توجہ اور فکر سے خانقاہ سے شائع ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کو اور تمام معاونین ومحبین کو اپنی شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے، اس ایڈیشن کو بھی پہلے کی طرح پذیرائی اور مقبولیت عطا فرمائے اور خانقاہ رائے پور کے فیض کو تا قیامت جاری وساری فرمائے، وما ذلك على الله بعزيز۔

والسلام

محمد مسعود عزیزی ندوی
رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد

۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ
مطابق ۳ رجنوری ۲۰۲۲ء

فہرست مضامین

پیش لفظ: الحاج عتیق احمد صاحب رائے پوری ۱۲
مقدمہ: مولانا محمود حسن حسنی ندوی ۱۳
عرض مؤلف: محمد مسعود عزیزی ندوی ۱۶
تعارف صاحب کتاب: محمد عمران قاسمی ۱۷

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ

تمہید ۲۹
ولادت باسعادت اور خاندان .... //
بچپن میں حضرت حاجی صاحب، حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی کی توجہات اور دعاؤں کا حصول ۳۰
حضرت گنگوہی کا حضرت رائے پوری کے گھر قیام ۳۱
حضرت کے والد صاحب کی خوش قسمتی .... //
تعلیم وتربیت ۳۲
آپ کے اساتذہ ۳۳
حضرت میاں شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی کی خدمت عالیہ میں ۳۴
حضرت رائے پوری کے شیخ میاں صاحب کی وفات .... //
دارالعلوم ومظاہر علوم کے سرپرست ۳۶

اپنے شیخ حضرت گنگوہی سے آپ کی محبت اور حضرت شیخ الہند سے قلبی تعلق .... //
خانقاہ رائے پور، منظر و پس منظر، قصبہ رائے پور ۳۷
گنگ جمن کے درمیان دوآبہ کا مردم خیز خطہ ۳۸
حضرت کا رائے پور میں مستقل قیام .... //
گلزار رحیمی ۳۹
اہل دل کے احساسات ۴۰
خانقاہ رحیمیہ کی مرکزیت ۴۱
خانقاہ گنگوہ کی جانشین خانقاہ ۴۲
خانقاہ رحیمیہ رائے پور کی خصوصیات .... //
انقلاب انگیز تحریکوں کی رہنمائی ۴۳
اس کام کے لئے طویل اسفار ۴۴
خانقاہ رائے پور ایک چلتی پھرتی تربیت گاہ .... //
محبت و تعلق سے فیض ملتا ہے ۴۵
حضرت کی علالت کا زمانہ .... //
بخار کا عارضہ .... //
حضرت سہارنپوری کا خواب ۴۶
حضرت رائے پوری کا وصال ۴۷
اولاد و احفاد .... //
خلفائے کرام ۴۸
خصوصیات و امتیازات ۴۹

حضرت رائے پوری کے کارنامے ۵۰

حضرت ملا جی عبد العزیز صاحب رائے پوریؒ

تمہید ۵۳
حضرت ملا جی کی حج کے سفر میں رفاقت .... //
حضرت رائے پوری ملا جی کے لئے پانی لائے ۵۴
خانقاہ کا مدرسہ اور اس کے ذمہ داران .... //
حضرت رائے پوری کے حکم سے حضرت ملا جی کا مدارس قائم کرنا ۵۵
ملا جی کی خصوصیات .... //
رسول نما بزرگ ۵۶

حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ

تمہید ۵۸
اسم گرامی و پیدائش .... //
تعلیم و تربیت .... //
ملازمت ۵۹
انجذاب الی اللہ .... //
رائے پور حاضری ۶۰
دوبارہ رائے پور واپسی اور مستقل قیام ۶۱
حضرت شاہ عبد الرحیم کے ساتھ تبلیغی اسفار .... //

تکمیل طریقت اور اجازت وخلافت ٦٢

حضرت شاہ عبدالرحیم کی وفات اور آپ کی جانشینی .... //

بیت اللہ کی زیارت اور حج ٦٣

عوام میں مقبولیت ومحبوبیت .... //

عمومی بیعت ٦٥

خصوصی استفادہ واصلاح .... //

مرض الوفات ٦٦

امتیازی خصوصیات ٦٧

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ

تمہید ٧٠

آپ کی ولادت وتعلیم تربیت .... //

حضرت عالی رائے پوری کی آپ پر توجہ ٧١

نسبت کی تکمیل .... //

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کی خدمت میں ٧٢

خانقاہ کی نئی عمارت اور اس کا انتظام ٧٣

اسفار میں معیت .... //

القائے نسبت اور مشابہت تامہ ٧٤

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے جانشین .... //

خانقاہ رحیمیہ رائے پور کی جامعیت ٧٥

مدارس ومراکز علمیہ کی سرپرستی .... //

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی سرپرستی ٧٦

دارالعلوم دیوبند کے لئے مشاورت .... //

شاہ عبدالعزیز صاحب کا طریقہ سلوک واحسان ٧٧

نقشبندی بزرگوں کا اعلیٰ معیار .... //

آپ کی نورانیت اور اثر آفرینی ٧٨

قوی التاثیر اور تیز نظر بزرگ .... //

آپ کی توجہ بڑی پراثر تھی ٧٩

تربیت وتزکیہ کے لئے طویل اسفار ٨١

رائے پور میں عوام وخواص کا رجوع .... //

فرشتوں کی منادی ٨٢

آپ کے فیض یافتگان .... //

آپ کے جانشین .... //

ہندوستان کا آخری سفر اور رائے پور کا رمضان ٨٣

مرض الوصال اور پاکستان میں زندگی کے آخری ایام .... //

زندگی کا آخری دن اور وصال وتدفین ٨٤

حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ

تمہید ٨٦

پیدائش اور نام ونسب ٨٧

آپ کے والد ماجد کے حالات کی ایک مختصر سی جھلک ..... //

حافظ صاحب کی تعلیم وتربیت ۸۸

شادی خانہ آبادی ..... //

حضرت رائے پوری سے تعلق اوران کی خدمت ۸۹

اجازت وخلافت ۹۰

سب سے پہلی بیعت ..... //

شاہ صاحب کا آخری زمانہ اور حافظ صاحب کا کپڑا پکڑنا اور بیعت کرانا ۹۱

شاہ صاحب کے زمانے میں حافظ صاحب کے دعوتی سفر ..... //

پہاڑوں کے دعوتی سفر ..... //

پنجاب وہریانہ کے شمالی حصہ کا دورہ اورلوگوں کے ایمان کی تجدید ۹۲

مختلف مقامات کے دعوتی سفر ..... //

حج بیت اللہ ۹۳

زندگی کی مشغولیات وخصوصیات ..... //

نصیحت وتربیت کا خاص انداز ۹۴

غیر مسلموں کے ساتھ رواداری ..... //

جنات سے تعلق ۹۵

گھر والوں کے ساتھ آپ کا معاملہ ..... //

محبت الٰہی ومحبت رسول اورعشق صحابہ ..... //

راقم پرحضرت کی شفقتیں ۹۶

اوصاف وخصائل ۹۷

اصلاحی ودینی کارنامے ..... //

علالت اوروفات ۹۸

حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائے پوریؒ

تمہید ۱۰۱

تعلیم وتربیت ..... //

ہردو مشائخ رائے پور کی صحبت اورخدمت ..... //

حضرت شاہ عبدالعزیز کے جانشین ۱۰۲

راقم کا حضرت والا سے تعلق ۱۰۳

لوگوں کے لئے مرجع الخلائق ..... //

آپ کا انتقال پرملال ..... //

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ

تمہید ۱۰۵

مفتی صاحب سے راقم کا تعلق اورمحبت ۱۰۷

ایک لطیفہ ..... //

مفتی صاحب کے خطوط راقم کے نام ۱۰۸

مفکر اسلام کا ذکر جمیل اوران کی خدمت میں حاضری کا تقاضہ ۱۰۹

مفتی صاحب کی ایک کرامت ۱۱۰

مفتی صاحب کی طبیعت اورمزاج میں نظافت وصفائی ۱۱۱

یہاں ہماری بھی دعوت ہے ۱۱۱
مفتی صاحب کے ہاتھوں مرکز کی جامع مسجد کا سنگ بنیاد ۱۱۲
مرکز سے متعلق مفتی صاحب کی ایک یادگار تحریر .... //
مفتی صاحب ایک ولی کامل ۱۱۳
مفتی صاحب کا انداز درس تدریس بہت قابل فہم تھا .... //
سادگی کی اعلیٰ مثال .... //
فرشتہ صفت انسان ۱۱۴
مہمانوں کا استقبال .... //
خانقاہ رائے پور کی شان امتیازی ۱۱۵
مفتی صاحب پر ذہول ونسیان کی کیفیت ۱۱۶
اکرام ضیف .... //
مفتی صاحب کے مزاج کے مطابق خدام کا میسر ہونا ۱۱۷
مفتی صاحب کی علالت اور زائرین کی کثرت .... //
حضرت مفتی صاحب کی وفات ۱۱۸
جنازہ وتدفین میں لوگوں کا سیلاب .... //
مفتی صاحب کی تعلیم وتربیت اور زندگی ۱۱۹

پیش لفظ

جناب حضرت الحاج شاہ عتیق احمد صاحب رائپوری مدظلہ العالی

جانشین حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائپوری نوراللہ مرقدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خانقاہ رائے پور میں آنے والے قدیم اہل تعلق کو رائے پور اور یہاں کے بزرگوں کے حالات سے تقریباً واقفیت ہی ہے، البتہ جو نئے زائرین ومہمانان کرام تشریف لاتے ہیں، وہ اس کے خواہاں ہوتے ہیں کہ یہاں کے بزرگوں کے حالات سے واقف ہوں، چنانچہ اس کی ایک زمانے سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ کوئی ایسی کتاب ہو جس میں رائے پور کے بزرگوں کے احوال وآثار ہوں، اس سلسلہ میں ہمارے عزیز محترم مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد نے تمام بزرگوں کے حالات مستقل کتابی شکل میں تصنیف کئے، جو خانقاہ سے شائع ہوئے، ان تمام مشائخ رائپور کے مختصر حالات کو ایک جگہ جمع کر کے ''بزرگان رائے پور'' کے نام سے یہ کتاب تیار کی گئی ہے، جو ایک مستحسن اور قابل ستائش عمل ہے، اب یہ مختصر مجموعہ مضامین خانقاہ رائے پور سے شائع کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہمیں اپنے پاک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور مؤلف محترم کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ والسلام

عتیق احمد
ناظم ومتولی خانقاہ رائے پور

۲۳؍شعبان ۱۴۳۹ھ
مطابق ۱۰؍مئی ۲۰۱۸ء

مقدمہ

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی

نائب مدیر پندرہ روزہ ''تعمیر حیات'' لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد!

دینی تربیت گاہوں کا قیام معلّمین اخلاق اور مزکین نفوس کے ذریعہ انجام پاتا رہا ہے، جس کا سلسلہ مسجد نبویؐ اور صفہ نبوی سے جاملتا ہے، دینی تربیت علم دین کے ساتھ جڑی رہی ہے، اس لئے کہ علم عمل کا پہلا مرحلہ ہے، اگر علم نہیں تو عمل صحیح طور پر انجام نہیں پاسکتا، اس لیے کہ عمل کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور اسوہ کے مطابق انجام دینے کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ بتایا گیا ہے، جس میں مغفرت اور نجات کا سامان بھی ہے اور اس میں اللہ کی محبوبیت ومقبولیت کا نسخہ بھی، شیخ الشیوخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ فرماتے تھے ''جو شخص جتنا زیادہ متبع سنت ہے، وہ ویسا ہی اللہ کے یہاں مقرب، اور اسی درجہ بزرگ وولی ہے'' حضرت گنگوہی قدس سرہ کے خلفاء اور تربیت یافتہ علماء میں یہ صفت خاص طور پر نمایاں نظر آتی ہے، اور ان کے بعد بھی ان کے سلسلہ کی یہ مقبولت رہی، توحید، عقیدہ صحیح، اتباع سنت، جذبہ اعلاء کلمۃ اللہ، جہاد اور دعوت دین کے سلسلے میں ان سب نے جو قربانیاں دیں، اس کے انوار وبرکات پورے عالم پر محیط نظر آتے ہیں، برصغیر کے دینی مدارس اور ان کے علماء کے دوسرے ممالک پر اثرات اور تبلیغی جماعت، دینی تربیت گاہوں کا فیضان سب اسی جدوجہد کا حصہ ہے، جو اس کے پیر وحضرت سید احمد شہیدؒ، ان

کے اوپر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان سے اوپر حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ان حضرات کے تربیت یافتہ لوگوں کے ذریعہ انجام پائیں۔

دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، اور ندوۃ العلماء لکھنؤ بڑے دینی مدارس کے طور پر سامنے آئے، اور دینی تربیت گاہوں میں خانقاہ تھانہ بھون، خانقاہ رائے پور، اور مرکز نظام الدین دہلی کو زیادہ شہرت ومرجعیت ملی، خانقاہ تھانہ بھون کو سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے مکہ معظّمہ ہجرت کر جانے کے بعد ان کے ہی اجازت یافتہ ممتاز عالم ربانی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی ذات والا بابرکات ملی اور ہر طرف سے لوگوں نے اصلاح واستفادہ اور تربیت کے لئے وہاں حاضری دی اور قیام کیا، اور یہاں سے سیراب ہوکر پھر دوسروں کو سیراب کیا، ''بزم اشرف کے چراغ'' کے نام سے اس کے لئے تعارف اور ان حضرات کے احوال پر جامع کتاب موجود ہے۔

ضرورت تھی کہ ایک دوسری مرکزی تربیت گاہ خانقاہ رائے پور اور اس کے بزرگوں کا تعارف بھی سامنے آتا، جسے شیخ الشیوخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے عظیم المرتبت خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہ (متوفی ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۹ء) سے نسبت حاصل ہے اور جسے انکے جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ کے زمانہ میں بڑی مرجعیت حاصل ہوئی اور سینکڑوں، ہزاروں طالبین سلوک ومعرفت نے یہاں جام معرفت نوش اور دولت عشق حقیقی وحرارت باطنی اور حلاوت اعمال ایمانی ولذت عبادت وعبودیت حاصل کی، اور وہ طاقت وحوصلہ اور جذبہ پایا، جس سے کام لیکر دعوت وتبلیغ دین اور ارشاد امت کا فریضہ محیر العقول نتائج واثرات کے ساتھ انجام دیا، یہ بھی ایک مفصل موضوع ہے، جس کی تمہید ''بزرگان رائے پور'' کے نام سے ان بزرگان دین کے حالات پر پیش کی جارہی ہے، جو

اپنے اپنے وقت پر اس تربیت گاہ کے وارث وامین رہے، تمام حالات اور کام کو کتاب کے مندرجات بتائیں گے، یہ سعادت بھی گذشتہ بہت سی تصنیفی سعادتوں کے ساتھ برادر محترم مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی "تقبل الله حسناته وبارك الله فيه ووفقه لا كثر من ذلك" کو حاصل ہو رہی ہے، اور "بزرگان رائے پور" کے نام سے ان کی طرف سے یہ علمی تحفہ قارئین کے سامنے ہے، اللہ تعالی اس کو زیادہ سے زیادہ مفید اور خیر وبرکت کے عام ہونے کا ذریعہ بنائے۔ آمین

۲۲/رجب المرجب ۱۴۳۹ھ — محمود حسن حسنی ندوی
مطابق ۸/اپریل ۲۰۱۸ء — حال وارد مرکز احیاء الفکر الاسلامی نزد رائپور

عرض مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راقم نے مختلف مضامین رائے پور کے تمام بزرگوں کے حالات پر تحریر کئے تھے، جو اس ناکارہ کی کتاب "چند مایہ ناز اسلاف-قدیم وجدید" میں شائع ہوئے، اب اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ رائے پور کے ان تمام بزرگوں کے حالات کو کتابی شکل میں مختصر انداز میں ایک جگہ جمع کر دیا جائے، جس سے قارئین کو ایک جگہ اکابر ومشائخ رائپور کے حالات معلوم ہوسکیں، اس لئے ان تمام مضامین کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا، جس میں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری، حضرت ملا جی عبدالعزیز صاحب رائپوری، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائپوری، حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائپوری، حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائپوری اور حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائپوری رحمہم اللہ کے حالات پر مضامین شامل ہیں اور اس مجموعہ کا نام "بزرگان رائے پور" رکھا گیا اور اس پر حضرت مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی نے اہم مقدمہ تحریر کیا، جو کتاب اور صاحب کتاب کے متعلق اہم معلومات اور حوصلہ افزاء کلمات پر مبنی ہے، اللہ تعالی مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہ کام جب رائے پور خانقاہ کے متولی وجانشین حضرت الحاج شاہ عتیق احمد صاحب کے سامنے آیا، تو انہوں نے پسند کیا، اور اس کو شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، چنانچہ اب یہ کتاب خانقاہ رائے پور کی طرف سے قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے اور راقم کا ان پاک بزرگوں کے ساتھ حشر فرمائے۔ آمین

۲۳/رجب المرجب ۱۴۳۹ھ — محمد مسعود عزیزی ندوی
مطابق ۱۰/مئی ۲۰۱۸ء — رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد، سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف صاحب کتاب

تمہید

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی بن حافظ عبدالستار بن منشی عبدالعزیزؒ بروز جمعہ ۱۲/ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ م ۵/اپریل ۱۹۷۴ء مظفری قصبہ مظفرآباد ضلع سہارنپور (یوپی) میں پیدا ہوئے، عزیزی کی نسبت اپنے دادا حضرت منشی عبدالعزیزؒ کی طرف کرتے ہیں، جو ایک عبادت گذار، نیک و پرہیزگار آدمی تھے، جن کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا تھا اور علماء ربانیین اور صلحاء متقین سے گہرا تعلق تھا، مولانا کے والد صاحب حضرت حافظ عبدالستار صاحب عزیزی کی پیدائش یکم اپریل ۱۹۳۲ء کو ہوئی، انہوں نے حفظ قرآن کے بعد عصری تعلیم حاصل کی، اسکول اور دینی مدرسہ میں درس وتدریس کے بعد پوسٹ آفیس میں ایک عرصے تک ملازمت کی، ریٹائرڈ ہونے کے بعد مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد میں اپنی دینی خدمات وفات تک پیش کیں، بیعت وسلوک کا تعلق حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری سے رکھا، جو آپ کے استاد بھی تھے، ۱۷/ جولائی ۲۰۱۶ء میں وفات پائی، حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری نے نماز جنازہ پڑھائی، جبکہ اکتالیس سال قبل آپ کے والد منشی عبدالعزیز صاحب کی نماز جنازہ بھی حضرت موصوف نے ہی اکتوبر ۱۹۷۵ء میں پڑھائی تھی، مفتی صاحب کی والدہ محترمہ کی وفات ۲۰/ فروری ۲۰۱۲ء میں ہوگئی تھی، اللہ تعالی سب کی مغفرت فرما کر درجات بلند فرمائے۔

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم محلّہ کی مسجد میں حافظ محمد اخلاق صاحبؒ سے حاصل کی اور یہیں قرآن مجید

کے آخری دو پارے حفظ کئے، نو سال کی عمر میں ۱۲/ شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۳/ جولائی ۱۹۸۳ء سنیچر کے روز جامعہ بیت العلوم پپلی مزرعہ، یمنا نگر (ہریانہ) میں داخل کئے گئے اور وہاں نو سال رہ کر قرآن کریم بروایت حفص تجوید وترتیل کے ساتھ حفظ کیا، اور سند حاصل کی، وہاں اردو، ہندی، انگریزی پڑھی، فارسی اور عربی نحو وصرف کی چند کتابیں بھی پڑھیں، نیز جامعہ اردو علی گڈھ کے امتحانات میں بھی شریک ہوئے اور ''ادیب'' ''ادیب ماہر'' کے امتحانات دیئے اور فرسٹ ڈویژن سے پاس ہوئے، اور کمپیوٹر سیکھا، وہیں کے دوران قیام اردو میں ''مختصر تجوید القرآن'' نامی ایک کتاب تصنیف کی، جس پر اس فن کے علماء نے تقاریظ لکھیں اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے مقدمہ اور حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ نے اپنی رائے لکھی، اس کتاب نے علمی حلقوں میں قبولیت حاصل کی، کراچی سے بھی اس کی اشاعت ہوئی، یہاں تک کہ بہت سے مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب کی گئی، اور کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔

اس کے بعد ۱۴/ شوال ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۵/ اپریل ۱۹۹۲ء میں ''مدرسہ فیض ہدایت رحیمی'' رائے پور میں داخلہ لیا اور یہاں دو سال گزارے اور درس نظامی کے مطابق کافیہ وشرح جامی تک تعلیم حاصل کی، رائے پور کے قیام کے دوران حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ (ت: ۱۹۹۶ھ) کی صحبت اختیار کی، جو عارف باللہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ (ت: ۱۹۶۲ء) کے خادم خاص اور خلیفہ تھے، ان کے دست مبارک پر بیعت کی، انکی مجلسوں میں شریک رہے، ان کی صحبت سے فیض اٹھایا، سفر وحضر میں ان کے ساتھ رہے، ان سے دینی وروحانی تربیت حاصل کی، اور پنجوقتہ نمازوں میں ان کی امامت کرنے کا بھی شرف حاصل کیا، ان کی وفات کے بعد ان کے حالات وسوانح پر ''حیات عبدالرشید'' کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی، جس نے کافی مقبولیت حاصل کی، اور اس کے چار ایڈیشن شائع ہوگئے۔

اعلیٰ تعلیم

اس کے بعد ۱۷؍شوال ۱۴۱۴ھ مطابق ۳۰؍مارچ ۱۹۹۴ء میں ''مدرسہ ضیاء العلوم'' میدان پور رائے بریلی میں داخل ہوئے اور وہاں عالیہ اولیٰ تک تعلیم حاصل کی، وہاں کے ماہر اساتذۂ کرام سے استفادہ کیا اور مدرسہ کے علمی دعوتی وفکری ماحول اور آب وہوا سے متأثر ہوئے حتی کہ علم ومطالعہ اور تحریر ونگارش میں اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کیا، اور آخری سال میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سالانہ امتحان میں شریک ہوئے، امتحان میں کامیابی کے بعد ۱۳؍شوال ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۵؍مارچ ۱۹۹۵ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے اور وہاں تین سال میں ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۷ء کو شرعی علوم اور عربی زبان وادب میں عالمیت کی سند حاصل کی۔

فقہ وفتاویٰ میں اختصاص

اگلے سال ماہ شوال ۱۴۱۸ھ میں درجہ فضیلت میں داخل ہوئے اور دوسال میں فقہ وافتاء میں تخصص کیا اور سند حاصل کی، شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق دسمبر ۱۹۹۹ء میں ندوہ سے فراغت حاصل کی، ندوۃ العلماء میں قیام کے دوران دوسالوں (۱۹۹۶ء/ ۱۹۹۷ء) میں مولانا قاری ریاض احمد مظاہری صدر شعبۂ تجوید وقراءت سبعہ وعشرہ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔

ندوہ کے خاص اساتذہ

مندرجہ ذیل اساتذۂ کرام سے بطور خاص استفادہ کیا: مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، صحافی وادیب حضرت مولانا واضح رشید حسنی ندویؒ، امام وخطیب حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی، مفتیٔ اعظم ندوہ حضرت مولانا مفتی محمد ظہور

صاحب ندویؒ، ادیب دوراں حضرت مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی ازہری، محدث جلیل حضرت مولانا ناصر علی صاحب ندویؒ، مفسر قرآن حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی، فقیہ زماں حضرت مولانا عتیق احمد صاحب بستوی، داعی الی اللہ حضرت مولانا سید عبداللہ محمد حسنی ندویؒ، حضرت مولانا یعقوب صاحب ندوی، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سنبھلی ندوی، حضرت مولانا نیاز احمد صاحب ندوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب ندوی، حضرت مولانا مفتی محمد مستقیم صاحب ندوی اور حضرت مولانا برجیس صاحب ندویؒ وغیرہم۔

حضرت مفکر اسلام سے خاص تعلق

مولانا نے ندوۃ العلماء میں قیام کے دوران حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے بیعت کی اور ان کی علمی مجلسوں اور صحبتوں سے فیضاب ہوئے، یہاں تک کہ حضرت کے قریب ہوگئے اور اخیر دور میں حضرت کی خدمت اور تین وقتوں کی نماز کی امامت کی بھی سعادت حاصل کی اور حضرت کی صحبت بابرکت سے خصوصی فیض اٹھایا اور مولانا کی آٹھ کتابوں پر حضرت نے مقدمے تحریر فرمائے، نیز نکاح بھی حضرت مولانا نے پڑھایا اور خود حضرت نے ہی ولیمہ بھی کیا۔

بیعت وسلوک وطریقت

آپ سب سے پہلے ۱۵؍شعبان ۱۴۱۳ھ مطابق ۸؍فروری ۱۹۹۳ء پیر کے روز تہجد کے وقت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے خلیفہ حضرت الحاج شاہ عبدالرشید صاحب رائے پوری سے بیعت ہوئے، اور ان کی خدمت وصحبت سے فیض اٹھایا، ۷؍رمضان ۱۴۱۶ھ م ۲۷؍جنوری ۱۹۹۶ء میں ان کی وفات کے بعد مفکر اسلام حضرت

مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ سے ۲۴؍شوال ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۵؍مارچ ۱۹۹۶ء کو رجوع کیا اور بیعت ہوئے، اوران کی مجالس اور صحبت بابرکت سے فیضیاب ہوئے، ۲۲؍رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱؍دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ حضرت مفکر اسلام کا وصال ہوگیا، اس کے بعد انکے جانشین مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تجدید بیعت کی، اب ان کی سرپرستی میں تعلیمی، سماجی، رفاہی، تبلیغی اور اصلاحی دعوتی سرگرمیاں جاری رکھ کر خدمت دین کا کام انجام دے رہے ہیں۔

اجازت وخلافت

مئی ۲۰۱۴ء میں آپ نے قطر کا سفر کیا، وہاں آپ کی ملاقات مفکر اسلام حضرت مولانا سیدابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ کے مجاز بیعت اور حضرت مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی کے خلیفہ حضرت مولانا ظریف احمد صاحب ندوی سے ہوئی، حضرت مولانا ظریف احمد صاحب نے مفتی صاحب موصوف کو سلاسل اربعہ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے سلسلہ میں ۱۹؍رجب ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۹؍مئی ۲۰۱۴ء پیر کے روز اجازت وخلافت عطا فرمائی اور جب حضرت مولانا ظریف احمد صاحب ندوی ۳؍ستمبر ۲۰۱۴ء کو مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد تشریف لائے تو مرکز کی جامع مسجد میں ایک مجمع کے سامنے موصوف کی اجازت وخلافت کا اعلان کیا، اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب قاسمی خلیفہ حضرت شاہ حافظ عبدالستار صاحب نانکویؒ وحضرت مولانا عبداللہ صاحب مغیثی سے ملاقات کے لئے چھٹمل پور جانا ہوا تو حضرت نے بھی مولانا موصوف کو ۲۹؍ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۹؍فروری ۲۰۱۵ء جمعرات کے روز اجازت وخلافت سے نوازا، ۲۶؍شعبان ۱۴۳۹ھ م ۱۳؍مئی ۲۰۱۸ء اتوار کے روز کو حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری کی خدمت میں جانا ہوا، تو حضرت نے بھی مولانا موصوف کو اجازت وخلافت عطا فرمائی، اس

طرح موصوف کا علمی وروحانی اور اصلاحی فیض بھی جاری وساری ہے، مولانا موصوف دنیا کے مختلف ممالک میں سو سے زیادہ علماء کرام کو یہ روحانی فیض منتقل کرچکے ہیں اور ان کو اجازت وخلافت دے چکے ہیں، اللہ تعالی سب کو دین کی خدمت کیلئے قبول فرمائے۔

تالیفات

عربی واردو اور انگریزی زبانوں میں مختلف موضوعات پر چھوٹی بڑی تقریباً ۵۴؍کتابیں چھپ چکی ہیں:

عربی

(۱) ریاض البیان فی تجوید القرآن
(۲) مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا
(۳) الإمامۃ فی الصلاۃ مسائلہا وأحکامہا
(۴) التدخین بین الشرع والطب
(۵) سیرۃ النبی الاکرم
(۶) القادیانیۃ ثورۃ علی النبوۃ المحمدیۃ

اردو

(۷) مختصر تجوید القرآن
(۸) بچوں کی تمرین التجوید
(۹) جیب کی تجوید
(۱۰) رہنمائے سلوک وطریقت
(۱۱) فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات
(۱۲) امامت کے مسائل واحکام
(۱۳) حیات عبدالرشیدؒ
(۱۴) سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ

(۱۵) تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ

(۱۶) تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ

(۱۷) تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ

(۱۸) تذکرہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ

(۱۹) چند مایہ ناز اسلاف-قدیم وجدید (۴۲ ربزرگوں کے حالات کا مجموعہ)

(۲۰) مقالات ومشاہدات (۲۸ رمضامین کا مجموعہ)

(۲۱) مکتوبات اکابر (۲۰ ربزرگوں کے خطوط)

(۲۲) چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول

(۲۳) افکار دل (۳۰ رخطبات کا مجموعہ)

(۲۴) مدارس اسلامیہ کا نظام-تحلیل وتجزیہ

(۲۵) تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ

(۲۶) سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۷) تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ

(۲۸) قادیانیت-نبوت محمدی کے خلاف بغاوت

(۲۹) میری والدہ مرحومہ

(۳۰) لڑکیوں کی اصلاح وتربیت

(۳۱) نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالاؒ

(۳۲) ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

(۳۳) تصوف اور اکابر دیوبند

(۳۴) اللہ ورسول کی محبت

(۳۵) ماں باپ اور اولاد کے حقوق

(۳۶) عقائد اور ارکان اسلام

(۳۷) ساز دل (۱۵ رتقریروں کا مجموعہ)

(۳۸) میرے شیخ ومرشد مفکر اسلام

(۳۹) درد دل (۴۵ رمضامین کا مجموعہ)

(۴۰) تذکرہ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری

(۴۱) بزرگان رائے پور (۷ ربزرگوں کے حالات)

(۴۲) گذرگاہیں (۱۴ رسفرناموں کا مجموعہ)

(۴۳) کامیابی کے اصول اور اللہ کے مقبول بندے

(۴۴) فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات

(۴۵) حیات شیخ الحدیث

انگلش

(۴۶) Rules of Raising Funds

(۴۷) Beliefs and Pillars of Islam

(۴۸) The Laws Pertaining to Imamat

(۴۹) The Rights of Perents and children

(۵۰) Guidelines for Sulook and Tareeqat

(۵۱) Tasawwuf and the Elders of Deoband

(۵۲) Life Sketch of Hadhrat Thanwi

(۵۳) A Biogrophy of the Noblest Nabi

(۵۴) My Sheikh and Spiritual Guide

اسفار

پہلی مرتبہ ۲۰۰۰ء میں پڑوسی ملک پاکستان کا سفر کیا اور وہاں بہت سے علماء، صلحاء اور

ادباء سے ملاقات کی اور مدارس ومکاتب کی زیارت کی، پھر ۲۰۰۱ء میں جنوبی افریقہ کا سفر کیا اور وہاں مسلمانوں کے حالات اوران کی دینی، اصلاحی، دعوتی سرگرمیاں دیکھیں اوراسلامی مکاتب ومدراس اوران کے تجارتی مراکز کا معاینہ کیا اور بہت سے اسلامی دانشوروں اورعلماء کرام سے ملاقات کی۔

اس کے بعد جنوبی افریقہ کے پڑوسی ممالک جیسے ''بوٹسوانہ'' کا نومبر ۲۰۰۱ء میں سفر کیا، پھر رمضان ۱۴۲۱ھ مطابق دسمبر ۲۰۰۱ء میں شوازی لینڈ کا سفر کیا، اس کے بعد زمبابوے بھی جانا ہوا، اور ۲۰۰۲ء میں کویت کا سفر کیا اور وہاں شیخ نادر عبدالعزیز نوریؒ (جنرل سکریٹری جمعیۃ الشیخ عبداللہ النوری الخیریہ، ومدیر علاقات خارجیہ وزارۃ اوقاف کویت) اور شیخ عبداللہ العلی المطوعؒ (صدر جمعیۃ الاصلاح الاجتماعی، ومالک شرکۃ علی عبدالوہاب) اور فاضل استاذ شیخ یوسف جاسم الحجی (صدر انٹرنیشنل اسلامک چیرٹیبل آرگنائزیشن) سے ملاقات کی اور یہاں دس روز قیام رہا اور سرکاری مہمان رہے، اسی سال متحدہ عرب امارات دبئ کی بھی زیارت کی اور یہاں تین دن قیام کیا۔

ماہ رمضان ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۰۰۳ء میں عمرہ کے لیے حجاز مقدس کا سفر کیا اور حرم مکی کے قریب ''مدرسہ صولتیہ'' میں قیام کیا، اس کے بعد مدینہ منورہ جا کر مسجد نبوی کی زیارت کی، اس میں نماز پڑھی اور ریاض الجنۃ میں بھی نوافل اور دعاء کا موقع ملا، اور مواجہ شریف پر حاضری ہوئی اور آقائے مدنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درودوسلام پڑھا۔

۲۰۰۴ء میں ایک افریقی ملک ''ملاوی'' کی راجدھانی ''للونگوے'' کا سفر کیا، پھر ''زامبیا'' گئے اور وہاں ''چیپاٹا'' اور ''زامبیا'' کی راجدھانی ''لوساکا'' گئے، اور وہاں علماء اور صلحاء، دعاۃ سے ملاقات کی، جو وہاں سیاہ فام لوگوں اور نئی نسل کی اسلامی تعلیم وتربیت کی خدمت انجام دے رہے ہیں، وہاں کے اکثر لوگ جودوسخاوت اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا اور دینی ودعوتی خدمت کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں، ایک جم غفیر کی موجودگی

میں راجدھانی کی مسجد ''النور'' میں بیان کیا، اوران کے سامنے کتاب وسنت کی روشنی میں دعوت الی اللہ کے اصول وضوابط اور فضائل واحکام پیش کئے اور مسلمانوں اور غیر مسلموں میں ان کی دعوتی اور اصلاحی خدمات اور سرگرمیوں کو سراہا، تقریباً ایک ماہ یہاں قیام رہا، ماہ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰۰۵ء میں اپنے والدین کے ساتھ مناسک حج بیت اللہ اور عمرہ کی ادائیگی کے لیے حجاز مقدس کا سفر کیا، اس کے بعد جنوبی افریقہ اور زامبیا متعدد مرتبہ جانا ہوا، کئی مرتبہ موزمبیق بھی جانا ہوا، اور ۲۰۱۱ء میں ملیشیا اور سنگاپور کا بھی سفر ہوا، مئی ۲۰۱۴ء میں آپ نے قطر کا سفر کیا، اور ایک ہفتہ وہاں قیام رہا، اس کے درمیان حج اور عمرہ کے اسفار بھی ہوئے، اور مارچ ۲۰۱۷ء میں ری یونین اور ماریشس کا بھی سفر ہوا اور دو ہفتے وہاں قیام رہا، ستمبر ۲۰۱۷ء کے آخیر میں یوکے (برطانیہ) کا سفر کیا، وہاں ایک ماہ قیام رہا، اور اکتوبر کے اخیر میں کناڈا کا سفر کیا اور وہاں بھی بیس روز قیام رہا، جنوری ۲۰۱۸ء کے دوسرے عشرے میں بنگلہ دیش کا چار دن کا دعوتی سفر ہوا۔

سابقہ مشغولیات

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فراغت کے بعد ۲۰۰۰ء میں ''جامعہ بیت العلوم'' پپلی مزرعہ، یمنا نگر (ہریانہ) میں مدرس اور مفتی کی حیثیت سے تقرر ہوا، اس کے بعد جامعہ میں ناظم تعلیمات کے منصب پر فائز ہوئے اور وہاں صرف ایک سال قیام فرما کر سبکدوشی حاصل کی۔

مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا قیام

اس کے بعد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی سرپرستی میں ۲۰/رجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۹/اکتوبر ۲۰۰۰ء کو قصبہ مظفر آباد ضلع سہارنپور (یوپی) میں ''مرکز احیاء الفکر الاسلامی'' کے نام سے ایک دینی، دعوتی اور

علمی مرکز قائم کیا، جونسل نو کی اسلامی تعلیم وتربیت کی خدمت انجام دے رہا ہے، اس کی بنیاد صحیح اسلامی فکر پر رکھی گئی ہے، اس کا مقصد علوم اسلامیہ کی اشاعت وحفاظت اور سیرت نبوی اور قرآن وحدیث کے مطابق نئی نسل کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا ہے۔

مرکز کے شعبہ جات

مرکز کی زیر نگرانی حسب ذیل شعبے کام کر رہے ہیں:

(۱) جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ (۲) جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات
(۳) ڈپلومہ ان انگلش لنگویج اینڈ لٹریچر (۴) ڈیسینٹ انڈین پبلک کالج
(۵) ڈی فارما کالج (۶) ڈیسینٹ انڈین پیرا میڈیکل کالج (۷) ڈیسینٹ انڈین لا کالج
(۸) مکتبۃ الامام اَبی الحسن العامۃ (۹) دارالبحوث والنشر (۱۰) دارالافتاء
(۱۱) جمعیۃ اصلاح البیان (۱۲) مجلس صحافت اسلامیہ (۱۳) شعبۂ کمپیوٹر
(۱۴) شعبۂ دعوت وارشاد (۱۵) ماہنامہ نقوش اسلام (۱۶) مطبخ۔

موجودہ عہدے اور ذمہ داریاں

ناظم: مرکز احیاء الفکر الاسلامی
مہتمم: جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ
شیخ الحدیث: جامعۃ فاطمۃ الزہراء للبنات
ڈائریکٹر: ڈیسینٹ انڈین کالجس
جنرل سکریٹری: دارالبحوث والنشر
چیف ایڈیٹر: ماہنامہ ''نقوش اسلام''

والسلام

۳؍جنوری ۲۰۲۲ء محمد عمران قاسمی دیوبند

خانقاہ رائے پور کے بانی مبانی شیخ المشائخ قدوۃ الاتقیاء

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ

تمہید

اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم اور احسان اس آخری دور والوں پر یہ ہے کہ اس مالک و مختار نے ان کو ایسی کتاب عطا فرمائی، جو آج تک بھی اپنی نور افشانی اور ضیاء پاشی کے ساتھ موجود ہے، اور دوسری طرف اس کے حامل اشخاص کا تسلسل قائم ہے، جس کی وجہ سے یہ آخری دین اپنی پوری توانائی اور قوت کے ساتھ باقی اور نسل انسانی کی رہنمائی کے لیے کامل پیغام اور مکمل نمونہ رکھتا ہے، ان برگزیدہ ہستیوں میں مغربی یوپی کی معروف و مشہور شخصیت جن کی روحانیت و بزرگی، للّٰہیت و اخلاص اور بے نفسی و تواضع تمام بزرگوں میں معروف و مسلم رہی ہے، اور جن کے فیض سے بڑے بڑے بزرگ مستفید ہوئے جن کا نام نامی شیخ المشائخ، قدوۃ الاتقیاء حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری ہے، اب جب کہ یہ حضرات دنیا میں نہیں ہیں، ان کے فیض کو عام کرنے کے لیے ضرورت تھی کہ ان کے سوانح اور حالات زندگی قلمبند کئے جائیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب حضرت شاہ صاحب کی حیات پر مستقل ایک کتاب ’’تذکرہ شاہ عبدالرحیم رائے پوری‘‘ کے نام سے راقم کے قلم سے نکل چکی ہے، یہ مضمون خلاصے کے طور پر لکھا جا رہا ہے، تاکہ قارئین فائدہ اٹھا سکیں۔

ولادت باسعادت اور خاندان

قطب العالم حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ ۱۲۷۰ھ بمطابق ۱۸۵۳ء میں موضع ’’تگری‘‘، ضلع انبالہ (موجودہ یمنانگر، ہریانہ) میں پیدا ہوئے، آپ کے والد محترم

راؤ اشرف علی خان صاحب سید الطائفہ قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ سے بیعت اور ان کے تربیت یافتہ تھے، آپ کی والدہ محترمہ راؤ ولی محمد خان ولد راؤ ذوالفقار علی رائے پوری کی صاحبزادی تھیں، یہ نیک اور پارسا خاتون بھی حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے ہی عقیدت کا تعلق رکھتی تھیں۔

آپ کے دادا جناب چودھری رحمت علی خان صاحب اپنے موضع کے بڑے زمیندار اور علاقے کے سرکردہ افراد میں سے تھے، آپ حضرت شاہ غلام علی نقشبندی قادری مجددی قدس سرہ المتوفی (۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸۲۴ء) خلیفہ و جانشین حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۹۵ھ-۱۷۸۰ء) کے ہاتھ پر بیعت تھے، اور سلوک و احسان کے منازل طے کر کے خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے تھے۔

بچپن میں حضرت حاجی صاحب، حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہیؒ کی توجہات اور دعاؤں کا حصول

۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۷۴ھ کی جنگ آزادی میں شرکت کی پاداش میں اپنے زمانے کے اکابرین مجددین اسلام سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ اور ان کے دست راست حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ اور قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے خلاف انگریز سامراج نے وارنٹ گرفتاری جاری کئے ہوئے تھے، جنگ آزادی میں بظاہر ناکامی کے بعد، نئی حکمت عملی کے تحت حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا مکہ معظّمہ میں بیٹھ کر کام کرنا ضروری سمجھا گیا، اس سلسلہ میں انگریزوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہنے کے لیے جو سفر ہجرت کیا گیا، اس میں جمنا پار کے قصبات گمتھلہ، تگری، لاڈوہ، پنچ لاسہ اور انبالہ میں خفیہ طور پر قیام کیا گیا، اسی سفر کے دوران ان تینوں اکابرین حضرات نے یکے بعد دیگرے تگری میں جناب چودھری راؤ اشرف

علی خان کے گھر پر بھی قیام فرمایا، اس وقت قطب عالم حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری کی عمر مبارک تین چار سال کے قریب تھی، سب سے پہلے سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ تشریف لائے، چند روز قیام رہا، گاؤں کے بچے جب حضرت قدس سرہ سے ملے، تو ان میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بڑے منفرد نظر آئے، آپ نے ان پر خصوصی شفقت کا اظہار فرمایا اور گلے لگا کر خصوصی توجہ سے پیار دیا، ان کے والد صاحب کو ان کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں خصوصی ہدایات دیں، حضرت حاجی صاحب قدس سرہ خفیہ طور پر جب پنج لاسہ تشریف لے گئے، تو آپ کی زیارت اور ملاقات کے لیے آپ کے دونوں عزیز ترین اور اجل خلفاء حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی بھی یکے بعد دیگر ''تگری'' تشریف لائے اور یہاں سے پنجلاسہ گئے، ان دونوں بزرگوں نے بھی آپ کو بھرپور توجہ سے پیار دیا اور سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے، خوب دعائیں دیں۔

حضرت گنگوہی کا حضرت رائے پوری کے گھر قیام

حضرت گنگوہی کو جب پتہ چلا کہ حضرت حاجی صاحب پنج لاسہ میں ہیں، تو حضرت گنگوہی تلاش میں چلتے چلتے تگری پہنچے اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے مکان پر مقیم ہوئے، یہ پہلا موقع تھا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب کو طفولیت میں حضرت امام ربانی کی زیارت ہوئی اور آفتاب عالم کو اپنے گھر کا مہمان بنا دیکھا، حضرت مولانا نے نہایت شفقت کے ساتھ آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا پڑھ کر دم فرمایا۔

حضرت کے والد صاحب کی خوش قسمتی

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحبؒ کے والد ماجد راؤ اشرف علی خان تگری کے خوشحال

زمیندار، نہایت نیک خصال، دیندار شخص تھے، راؤ صاحب کا حضرت مولانا سے کوئی تعارف نہ تھا مگر حسن اتفاق تھا کہ راؤ صاحب کو یہ انمول جواہرات گھر بیٹھے بلا طلب حاصل ہوئے، اس وقت مولانا عبدالرحیم صاحب کی عمر صرف تین یا چار سال کی تھی، راؤ صاحب نے کچھ عجیب اخلاص کے ساتھ مسافر مہمان کی مدارات کی اور شب کو بیعت کی درخواست کرنے لگے، حضرت مولانا نے انکار فرمایا اور کہا کہ ''اعلی حضرت ابھی تشریف فرما ہیں، اگر یہ قصد ہے تو وقت کو غنیمت سمجھئے'' غرض راؤ صاحب نے آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر رکھا اور ساتھ ہی چلنے کے متمنی و عازم ہوئے۔

حضرت مولانا نے اپنی بے سروسامانی اور اندیشہ ناک حالت ظاہر فرما کر سمجھایا کہ معیت قرین مصلحت نہیں، البتہ اگلے دن آپ آئیں، اعلی حضرت سے سفارش کا میں ذمہ دار ہوں، چنانچہ ایک شب قیام فرما کر مولانا چل دئے اور اعلی حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے، اگلے دن راؤ صاحب بھی حاضر آستانہ ہوئے اور حضرت مولانا کی تقریب سے ایسی حالت میں بیعت ہوئے جس کو سراسیمگی اور چل چلاؤ کی حالت کہا جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تعلیم کا آغاز بڑے مبارک طریقے سے ہوا، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس نے ایک دفعہ خود بیان فرمایا: ''جب میری عمر غالباً پانچ سال تھی، ایک دفعہ حضرت حکیم الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی خواب میں زیارت ہوئی، آپ نے مجھے ''توجہ دی'' کہ میرا بدن پانی پانی ہوگیا، پھر اپنی حالت پر آیا، تو فرمایا: ''پڑھ لو!''۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے پڑھنا شروع کیا، سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا اور غالب گمان ہے کہ قرآن پاک کی تعلیم آبائی وطن ''تگری'' میں ہی ہوئی، حفظ قرآن

پاک کے بعد آپ کچھ عرصہ کے لیے لدھیانہ تشریف لے گئے، اس زمانہ میں وہاں جنگ آزادی کے عظیم مجاہد حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب لدھیانوی کا خاندان علم وفضل میں بڑا مشہور تھا، ان کے صاحبزادے اور جانشین حضرت مولانا مفتی محمد لدھیانوی (دادا مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی) سے آپ نے ابتدائی کتابیں پڑھیں، اسکے بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے مشورے کے مطابق مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے، باقی تمام کتابیں آپ نے یہیں پڑھیں ۱۲۹۱ھ-۱۸۷۴ء میں کتب حدیث پڑھ کر درس نظامی کی تکمیل فرمائی، یہاں آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں:

آپ کے اساتذہ

(۱) جہاد شاملی وتھانہ بھون میں شریک حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۲) حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری قدس سرہ، شاگرد حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی قدس سرہ۔

(۳) حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ۔

(۴) حضرت مولانا جمعیت علی صاحب جو کہ بعد میں پروفیسر شعبہ عربی وفارسی گورنمنٹ کالج بہاولپور بنے، ایسے جید علماء ومحدثین سے آپ نے کتب حدیث اور دیگر کتب درس نظامی پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

یہاں سے فراغت کے بعد آپ پانی پت تشریف لے گئے اور حضرت قاری عبدالرحمٰن پانی پتی قدس سرہ کے پاس کچھ عرصہ تجوید وقرأت اور دیگر علوم میں استفادہ فرمایا، حضرت قاری صاحب کو آپ کی مشق اور تجوید قرآن پر بڑا اعتماد تھا، چنانچہ فراغت کے وقت

موصوف نے اپنا قرآن پاک بطور خاص آپ کو عنایت فرمایا تھا۔

حضرت میاں شاہ عبدالرحیم ولایتی کی خدمت عالیہ میں

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری جب سہارنپور میں تعلیم کے لیے تشریف لائے، تو اس دوران ہی آپ کا تعلق قطب وقت حضرت میاں عبدالرحیم صاحب سہارنپوری سے ہوگیا تھا، چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری فرماتے ہیں: ''حضرت رحمۃ اللہ علیہ جب سہارنپور پڑھنے کیلئے آئے تو عصر کے بعد حضرت میاں عبدالرحیم صاحب سہارنپوری کی خدمت میں طلباء حاضر ہوا کرتے تھے، حضرت بھی طالب علموں کے دستور کے مطابق وہاں حاضر ہوا کرتے تھے، ایک دن حضرت میاں صاحب نے فرمایا: آ میرے چاند تجھے بیعت کرلوں، اور سلسلہ قادریہ نقشبندیہ مجددیہ میں آپ کو بیعت فرمایا۔

اس طرح تعلیم کے دوران ہی آپ کا بیعت کا تعلق حضرت میاں عبدالرحیم سہارنپوری سے ہوگیا تھا، آپ نے بڑی جدوجہد اور عالی ہمتی سے اس سلسلہ کے سلوک اور تمام مقامات کو مکمل فرمایا، اور چند سالوں میں ہی آپ تربیت باطنی اور تکمیل اخلاص واحسان کے اونچے مقام پر پہنچ گئے اور اس سلسلہ عالیہ کے تمام فیوض وبرکات کے مستحق قرار پائے، چنانچہ حضرت میاں صاحب قدس سرہ نے آپ کو دونوں سلسلوں میں خلافت عطا فرما کر خلق خدا کی ہدایت کے لیے مقرر فرمایا، حضرت میاں صاحب کے خلفاء میں آپ کا ایک خاص اور اونچا مقام تھا اور متعلقین ومریدین کی نظروں میں آپ بڑی عزت وشرافت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے''۔

حضرت رائے پوری کے شیخ میاں صاحب کی وفات

حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہ اپنے مرشد قطب وقت حضرت میاں عبدالرحیم سہارنپوری قدس سرہ کی صحبت بابرکت سے فیض یاب ہوکر تربیت باطنی کے جملہ مراحل طے کر چکے تھے، اور سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ مجددیہ میں اجازت وخلاف سے مشرف ہوکر رائے پور میں قیام فرما تھے، اور ایک باغ میں جھونپڑی ڈال کر ہمہ وقت یاد خدا میں مشغول رہتے تھے، اسی اثناء میں آپ کے مرشد عالی مقام حضرت میاں صاحب سہارنپوری قدس سرہ ۱۲/ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ مطابق ۲۰/دسمبر ۱۸۸۵ء میں اتوار کے روز انتقال فرماگئے۔

حضرت حاجی امداداللہ کی خدمت میں آپ غالباً ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۸ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے، وہاں حاجی امداداللہ مہاجر مکی کی صحت بابرکت سے فیضیاب ہوئے اور حاجی صاحب نے اجازت وخلافت عطا کی، حضرت رائے پوری حج بیت اللہ سے واپس تشریف لائے تو گنگوہ میں امام ربانی قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری حضرت عالی رائے پوریؒ کا بیان نقل فرماتے ہیں: ''حج بیت اللہ سے واپس آ کر گنگوہ حاضری ہوئی اور حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا خط پیش کیا، حضرت گنگوہی کا دستور تھا کہ صبح کو جانے والے مغرب کے بعد ہی مصافحہ کرلیا کرتے تھے، شام کو جب حضرت گنگوہی سے مصافحہ کرنا چاہا تو حضرت نے فرمایا:

''مولوی عبدالرحیم صاحب! آپ بھی جانا چاہتے ہیں؟''۔

عرض کیا گیا کہ جی ہاں!

حضرت نے فرمایا عشاء کے بعد ملنا، عشاء کے بعد فرمایا، تہجد کے وقت ملنا، چنانچہ تہجد کے وقت مصافحہ کے لیے حاضری ہوئی تو فرمایا: اچھا آؤ تمہیں بیعت کرلوں، اور پانچوں سلسلوں (چشتیہ صابریہ، چشتیہ نظامیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) میں بیعت کیا، اور فرمایا

:''کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، اسی میں نسبت بڑھتی رہے گی، اور مجاز فرمایا''۔

اس طرح آپ برعظیم پاک وہند کے اس عظیم سلسلہ کے ساتھ جڑ گئے، جس کے تمام علوم وافکار اور ظاہری وباطنی نسبتوں کے امین ووارث سیدالطائفہ حضرت حاجی صاحب، حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی قدس اللہ اسرارہم قرار پاتے ہیں، ان اکابرین ثلاثہ کی ظاہری وباطنی توجہات وعنایات ہر قدم پر آپ کے شامل حال رہیں، خاص طور پر حضرت گنگوہی قدس سرہ کی صحبت سے آپ نے خوب استفادہ کیا، چنانچہ حضرت امام ربانی قطب عالم گنگوہی نے آپ پر اعتماد کا اظہار فرماتے ہوئے آپ کو خلافت عالیہ کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔

دارالعلوم ومظاہر علوم کے سرپرست

اس کے بعد حضرت عالی رائے پوری کو ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا سرپرست مقرر کردیا گیا، ان ذمہ داریوں کو آپ نے زندگی کے آخری ایام تک بڑی فہم وفراست اور عمدگی سے سرانجام دیا، جس کا اظہار مختلف اکابرین کے یہاں بڑی کثرت سے ملتا ہے۔

اپنے شیخ حضرت گنگوہی سے
آپکی محبت اور حضرت شیخ الہند سے قلبی تعلق

جس طرح حضرت گنگوہی قدس سرہ کو آپ سے ایک خاص انس اور وابستگی تھی، بالکل اسی طرح آپ کو اپنے شیخ حضرت گنگوہی سے عشق کی حد تک قلبی تعلق اور محبت تھی اور اسی محبت اور قلبی تعلق کا ایک دوسرا پہلو ہی تھا کہ آپ کو اپنے شیخ کے محبوب نظر اور اپنے رفیق خاص ہمدم وہمساز حضرت اقدس شیخ الہند قدس سرہ کے ساتھ بڑا خصوصی تعلق اور گہرا

لگاؤ تھا، چنانچہ مولانا عاشق الٰہی صاحب لکھتے ہیں:

''ایک مخلص طبیب نے حضرت عالی رائے پوری کے آخری مرض میں نبض دیکھی اور عرض کیا: ''حضرت! آپ کو تو بہت پرانی تپ (دق) معلوم ہوتی ہے، اور ایسی ہے جیسے کسی غلبہ حزن وغم میں پیدا ہوتی ہے، اور اندر ہی اندر گھلاتی ہے''۔

برس ہا برس گزر جانے پر اس وقت آپ کو جوش آیا اور فرمایا:

''ہاں حکیم صاحب! سچ فرمایا مجھے تپ اس دن شروع ہوئی جس دن حضرت گنگوہی نے اس دنیا کو الوداع کہا اور اس کا بدن پر ظہور اس دن ہوا جس دن خبر سنی کہ مولانا محمود حسن صاحب (حضرت شیخ الہند) مالٹا میں قید ہو گئے، آج مولانا رہا ہو کر تشریف لے آویں تو کچھ نہ سہی ایک دفعہ تو جھرجھری لے کر اٹھ ہی کھڑا ہوں گا، اتنا فرما کر چپ ہو گئے اور آخر اسیر مالٹا کے ہندوستان آنے سے قبل ہی دنیا سے سدھار گئے''۔

خانقاہ رائے پور، منظر وپس منظر، قصبہ رائے پور

رائے پور ایک قصبہ ہے، جو شہر سہارنپور سے بہ جانب شمال ۳۶ رکلومیٹر پر واقع ہے، سہارنپور سے چکروتہ کو جو پختہ سڑک جاتی ہے، اس کے ۳۰ رکلومیٹر سے گندیوڑ کے پل سے جانب شمال ۶ رکلومیٹر پر رائے پور کی بستی آتی ہے، یہ مسلمان راجپوتوں اور مسلمان شرفاء کی بستی ہے، اس قصبہ کی تاریخ کوئی تین چار سو سال پرانی ہے، ویسے تو ضلع سہارنپور، ہندوستان کے مشہور صوبہ (یوپی) کے انتہائی گنجان آباد اور مردم خیز خطہ ''دوآبہ گنگ وجمن'' کا سرسبز وشاداب ضلع کہلاتا ہے، لیکن خاص طور پر اس کا شمالی حصہ ''کوہ شوالک'' کے دامن میں واقع ہونے کی وجہ سے ندی نالوں کی بہتات، سرسبز وشاداب اور دلفریب مناظر اپنے اندر لئے ہوئے ہے، اس طرح ''رائے پور'' قدرتی مناظر اور دلفریب گھاٹیوں کے درمیان واقع ایک خوبصورت بستی ہے۔

گنگ وجمن کے درمیان دوآبہ کا مردم خیز خطہ

گنگا وجمنا کے درمیان واقع اس ''دوآبہ'' کی شاید یہی قدرتی خوبصورتی اور فطری حسن ورعنائی ہے، جو صوفیاء کرام اور اولیائے عظام کی انس وطمانیت پسند طبیعت کو بھا گئی کہ انہوں نے اس علاقہ کو اپنے مسکن اور مرکز کے لیے پسند کیا، عجیب اتفاق ہے کہ دہلی کے اجڑنے کے بعد خانوادۂ ولی اللہی کے جانشین علماء ربانیین اور مشائخ عظام نے اپنے فکر وعمل کا مرکز جن قصبات کو قرار دیا، ان میں تھانہ بھون، دیوبند، گنگوہ، سہارنپور اور رائے پور کی امتیازی شان ہے، اور یہ سب مراکز اسی مردم خیز ''دوآبہ'' میں واقع ہیں، غالباً ان مجددین علماء ربانیین کی انسانیت دوست طبیعت نے اپنے فکر وعمل کو مجتمع کرنے اور خدا پرستی اور انسانیت دوستی کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے اس سے بہتر کوئی علاقہ نہیں پایا، اس طرح قدرتی رنگینیوں سے بھرپور یہ خطہ ان کے بلند فکر وعمل کو مہمیز اور ان کے جہد وکردار میں توانائی پیدا کرنے کا ایک ذریعہ رہا۔

حضرت کا رائے پور میں مستقل قیام

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہ کا آبائی گاؤں ''تگری'' ضلع انبالہ (موجودہ یمنا نگر، ہریانہ) تھا، رائے پور آپ کا ننہالی قصبہ ہے، آپ جب ظاہری وباطنی تربیت سے فارغ ہوئے تو اپنے مرشد اول حضرت میاں عبدالرحیم سہارنپوری کی منشاء کے مطابق آپ نے رائے پور میں مستقل قیام کا ارادہ فرمایا، چنانچہ سب سے پہلے رائے پور سے کچھ فاصلہ پر ایک باغ میں آپ نے اپنی خلوت گاہ بنائی، اس میں بیٹھے ذکر وفکر میں مشغول رہا کرتے، عالم پور گاؤں والے راستہ میں ایک کھیت میں ایک چبوترہ بنایا جو ابھی بھی موجود ہے، کچھ عرصہ اسی طرح گزرا، اس کے بعد آپ کے

نانہال کی طرف سے جوتر کہ آپ کو ملا اس میں رائے پور کے قریب ایک قطعہ باغ بھی تھا، چنانچہ اپنے نانہالی عزیزوں کے اصرار اور اشارۂ غیبی کے مطابق آپ نے اس قطعہ باغ میں (۱۳۰۰ھ م ۱۸۸۲ء) میں مستقل قیام فرمایا، یہی باغ بعد میں ''گلزار رحیمی'' کے نام سے معروف ومشہور ہوا۔

گلزار رحیمی

اس باغ میں آپ نے دو چار گھاس پھونس کے چھپر ڈلوائے اور بنام خدا ایک تربیتی مرکز کی بنیاد رکھ دی، یہ مرکز ''خانقاہ رحیمیہ'' کے نام سے دنیا بھر میں مشہور ہوا، حضرت کے اخیر زمانے میں حضرت کے ایک معتقد حاجی سوندھے خاں نے آپ کی خانقاہ کے لیے ۲/پختہ کمرے تعمیر کرادئے تھے، جس کی عمارت ابھی تک موجود ہے، جس باغ میں یہ خانقاہ قائم ہے، اس کا محل وقوع بھی بڑا منفرد ہے، گلزار رحیمی اور قصبہ رائے پور کی آبادی کے درمیان، دریائے جمنا سے نکلنے والی ''نہر جمن'' خوبصورتی کے ساتھ بل کھاتی ہوئی بہتی جارہی ہے، جس کا صاف وشفاف پانی بڑی تیزی کے ساتھ پتھروں پر سے گزرتا ہوا بادشاہوں کے شہر دہلی کی طرف رواں دواں رہتا ہے، یوں یہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی اپنے تیز بہاؤ کی مدھم آواز کے ساتھ ذکر اللہ کرنے والوں کے دلوں کو بڑی تازگی اور فرحت بخشتا ہے۔

گلزار رحیمی میں واقع اس عظیم خانقاہ کے ایک طرف اگر یہ نہر پوری آب وتاب کے ساتھ بہتی رہتی ہے تو دوسری طرف ایک برساتی ندی اس نہر کو کراس کرتے ہوئے برسات کے موسم میں اپنی جولانیاں دکھاتی ہے، اور پھر جس سنگم پر آکر ندی اور نہر باہم ملتے ہیں، اس جگہ برسات کے موسم میں ندی کا پانی بلندی سے جب نیچے گرتا ہے تو ماحول میں ایک عجیب طرح کا جلترنگ پیدا ہوتا ہے، جس سے اہل دل محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہتے، اس طرح خانقاہ ندی اور نہر کے سنگم پر ایک مرتفع مقام پر گھنے باغ کے درمیان واقع ہے۔

اہل دل کے احساسات

قدرتی حسن اور خوبصورتی سے بھرپور ایسے پرفضا مقام پر حضرت اقدس عالی رائے پوری کی ذات قدسی صفات کے فیضان سے رائے پور کے اس باغ میں کچھ ایسی نورانیت اور کشش پیدا ہوگئی کہ جس کا مشاہدہ، ہر اہل دل کو گلزار رحیمی میں داخل ہونے پر ہوتا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ باغ کا پتہ پتہ اور نہر کا قطرہ قطرہ ذکر اللہ میں مشغول ہے، چنانچہ حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اپنے تاثرات کچھ یوں بیان کرتے ہیں: ''چونکہ صناع بے چوں کی گل کاری کے نظارہ سے حضرت اقدس رائے پوری کی طبع زیادہ مانوس ہے، اس لئے رائے پور کے مغربی سمت، لب نہر جمن شرقی، اس باغ میں آپ کی سکونت ہے، جو دنیا ودین کی راحت رسانی کے اعتبار سے گویا دنیا میں جنت ہے، آپ کی مقبولیت کے آثار بدیہیات سے زیادہ نمایاں ہیں، نقشبندیہ کے فیضان سے انس پانیوالی جماعت کو آبشار نہر کی دلکش صداؤں اور جنگل کے درختوں کی روح بخش سنسناہٹ میں، آپ کی بابرکت ذات کی بقاء حیات کی دعاء مسموع ہوتی ہے، آپ کا فیضان شام کو شبنم اور صبح کو باد نسیم بنا کر شاداب قصبہ کے ہر ہر پتہ کو ہرا بھرا بنائے ہوئے ہے، آپ کے حالات اس درجہ عجیب ہیں کہ غنچہ ہائے دل ان کے تصور وخیال سے کھلے جاتے ہیں''۔

ایک اور جگہ حضرت مولانا میرٹھی اپنے تاثرات کو الفاظ کا جامہ یوں پہناتے ہیں: ''حضرت رائے پوری قدس سرہ کا قیام قصبہ رائے پور ضلع سہارنپور میں بستی سے باہر ایک باغ میں تھا، جس کے نیچے نہر جاری تھی، اور دنیا ہی میں حق تعالی نے آپ کو "جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ" (وہ باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی) کا مصداق بنا رکھا تھا، آپ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں تھے اور غلبہ کتمان واخلاص کی وجہ سے نقشبندیت کا آپ پر غلبہ تھا کہ باغ کے پتہ پتہ اور نہر کے قطرہ قطرہ سے ذکر اللہ

سنائی دیتا اور بے حس و بے مس شخص بھی حاضر خدمت ہوکر اس اندرونی لذت کو محسوس کرتا تھا، جس میں آپ کا اور آپ کے متوسلین کا ہر لمحہ گزرا کرتا تھا۔

خانقاہ رحیمیہ کی مرکزیت

حضرت رائے پوری قدس سرہ کی ذات والا صفات کے ہمہ جہتی کردار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خانقاہ رائے پور کو ایسی مرکزیت عطا فرمائی کہ عام طور پر مدارس و مراکز دینیہ اور قومی آزادی کی تحریکات اور جماعتوں کے راہ نما اور منتظمین حضرات اپنی تربیت، نگرانی اور سرپرستی کے لیے خانقاہ رحیمیہ رائے پور کی جانب رجوع کرتے رہے ہیں، اس طرح رائے پور کا یہ مرکز کسی ایک شعبہ دین ہی کا مرکز نہ رہا، بلکہ دین اسلام کے تمام شعبوں میں راہ نمائی کا مرکز بن کر ابھرا۔

خانقاہ رحیمیہ رائے پور سے جہاں شعبہ سلوک ومعرفت اور شعبہ شریعت و دینی مدارس کے ارباب فضل وکمال تربیت ورہنمائی حاصل کرتے تھے، وہاں سیاسی تحریکات کے ذمہ داران بھی مشورے کرنے کیلئے رائے پور تشریف لاتے اور راہ نمائی چاہتے تھے، چنانچہ تحریک ریشمی رومال کے تقریباً تمام ارکان اصولی ہدایات اور راہ نمائی کے لیے رائے پور حاضر ہوتے تھے؛ بلکہ تحریک ریشمی رومال کے قائد اعلیٰ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن اسیر مالٹا قدس سرہ بھی مشاورت کے لیے رائے پور تشریف لایا کرتے تھے، حضرت شیخ الہند قدس سرہ آپ کے وصال پر اپنے مرثیہ میں فرماتے ہیں:

ہمدمو! رائے کس سے لوگے؟ کہو!
مشورے کس سے اب کروگے، کہو!
راز دل، کس سے اب کہوگے، کہو!
رائے پور بھی کبھی چلو گے؟ کہو!

زینت و زیب الف ثانی مرد!
شاہ عبد الرحیم ثانی مرد!

خانقاہ گنگوہ کی جانشین خانقاہ

اس طرح ''خانقاہ رحیمیہ رائے پور'' کا مرکز ''خانقاہ رشیدیہ گنگوہ'' کا نائب اور جانشین بن کر دین اسلام کے تمام شعبوں میں تربیت نگرانی اور راہ نمائی کا روشن مینار بن گیا، اور گنگوہ کے بعد طالبین ''رائے پور'' کے مرکز سے فیض حاصل کرنے لگے، جس کا نقشہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی بڑی خوبی کے ساتھ کھینچتے ہیں:

جنھوں نے رائے پور میں بیٹھ کر گنگوہ دیکھا ہے
انہیں ہی یاد کچھ گنگوہ کا جغرافیا ہوگا

خانقاہ رحیمیہ رائے پور کی خصوصیات

ہندوستان کی گذشتہ تاریخ کا جن حضرات نے مطالعہ کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ اس خطہ میں دین اسلام کی انسانیت دوست تعلیمات کو پھیلانے، اس کی سوشل طاقت کو قائم کرنے اور سیاسی ومعاشی نظام کی تکمیل کے پس پردہ صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کی کاوشوں کا کتنا زیادہ عمل دخل رہا ہے، حضرت علی ابن عثمان الہجویری اور حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ تک مشائخ کرام کی خانقاہوں کا ایک سلسلہ ہے، جس نے اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کرکے دور کے تقاضوں کے مطابق انسانیت کی بھلائی کے نظاموں کی تعمیر وتشکیل میں بھرپور کردار ادا کیا، خانقاہ رحیمیہ رائے پور کے عالی مقام بزرگ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے جامع فکر اور ہمہ جہتی کردار نے گذشتہ دور کے مشائخ عظام کی یاد تازہ کردی، حقیقت یہ ہے کہ بظاہر خانقاہ

کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر بلند تر سیاسی شعور اور دینی فہم وبصیرت کے ساتھ تمام معاملات میں رہنمائی اور سرپرستی کرنا، حضرت رائے پوری کا ایسا امتیازی وصف ہے، جس کی نظیر ماضی قریب کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

انقلاب انگیز تحریکوں کی رہنمائی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اس حقیقت کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں: ''ہندوستان کے متعدد شیوخ کبار جن میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (قدس اللہ اسرارہم) کا نام بطور مثال کے لیا جاسکتا ہے، ان حضرات نے اپنے گوشہ عزلت یا مرکز ارشاد وتربیت میں بیٹھ کر بڑی بڑی انقلاب انگیز اور عہد آفریں تحریکوں کی رہنمائی وسرپرستی فرمائی ہے اور وقت کے فتنوں کا مقابلہ کیا ہے اور اپنے خلفاء اور منتسبین کے ذریعہ اشاعت یا حفاظت اسلام کا نہایت وسیع اور مؤثر کام انجام دیا، ان کی تحریک وترغیب، تحریض وتشویش اور حکم وہدایت سے اور ان حضرات کی نگرانی اور سرپرستی میں ان کے خدام ومنتسبین نے وقت کے اہم تقاضے پورے کئے اور ان خطرات کا سدباب کیا، جو اس وقت مسلمانوں کو درپیش تھے۔

دور سے دیکھنے والوں کی نظر میدان کے انہیں سپاہیوں پر تھی، جو سرگرم اور متحرک تھے، لیکن جو لوگ حقیقت حال سے واقف تھے وہ جانتے تھے کہ اس کام کی، اور ان کام کرنے والوں کی ڈوری کسی اور کے ہاتھ میں ہے اور جس کا اخلاص، سوز دروں (اندورنی فکر) اور حکمت وفراست ان سے کام لے رہی ہے اور ان (کام کرنے والوں) کے اندر قوت عمل، جذبہ وایثار اور نظم واتحاد قائم کئے ہوئے ہے، اور وہی اس کام کی قوت واثر کا اصل سرچشمہ، ان کے قلوب کے لیے حرارت اور توانائی کا اصل مرکز ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت رائے پوری نے جس ہمہ جہتی انداز میں اپنے دور میں اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اساس پر غلبہ دین کے لیے کام کیا ہے، دور کے تقاضوں کے مطابق اس کی بڑی اہمیت ہے۔

اس کام کے لیے طویل اسفار

حضرت رائے پوری کے فکر وعمل کا مرکز بظاہر رائے پور کا باغ ''گلزار رحیمی'' رہا، لیکن حضرت نے اس کام کے لیے پورے برصغیر میں مسلسل اسفار فرمائے ہیں، چنانچہ حضرت کا معمول طویل اسفار کا رہا ہے، بالخصوص دور دراز کے علاقوں اور انتہائی دشوار گزار مقامات پر بھی احباب کی طلب اور تقاضہ کے مطابق سفر کیا جاتا رہا ہے، اس طرح حضرت کا زیادہ وقت ''رائے پور'' کی بجائے اسفار میں گزرتا تھا، البتہ رمضان کا مہینہ ایک جگہ پوری یکسوئی اور خلوت کی صورت میں گزرتا تھا، باقی سال کے اکثر مہینوں میں اسفار ہی رہتے تھے۔

خانقاہ رائے پور ایک چلتی پھرتی تربیت گاہ

اس طرح گویا ''خانقاہ'' رائے پور ایک چلتی پھرتی تربیت گاہ تھی، جہاں حضرت رائے پوری تشریف فرما ہوتے، وہی جگہ خانقاہ رائے پوری بن جاتی تھی، چنانچہ قطب عالم حضرت عالی رائے پوری قدس سرہ کے دور کا ایک قصہ سناتے ہوئے خود حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری نے فرمایا: ''جب حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری بہٹ کے نزدیک پیلوں میں قیام فرماتے تھے، بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت کو ''پیلوں'' سے رائے پور چلنے پر آمادہ کرو، تو میں نے جواب دیا کہ میرے لیے تو جہاں حضرت ہیں وہیں رائے پور ہے، اگر کہنا ہے تو تم کہو، میں کیوں کہوں؟ میرے لئے تو اگر حضرت جنگل میں

ہیں، وہی رائے پور ہے، وہی گلزار ہے۔

محبت و تعلق سے فیض ملتا ہے

حضرت کا وجود مسعود ہی وہ مرکزی شمع تھا، جس کے گرد پروانے اپنی اپنی بساط کے مطابق فیضیاب ہوتے رہتے تھے، یہی نہیں بلکہ جس کا جتنا محبت وعشق کا تعلق بڑھتا گیا، خواہ وہ دور ہی کیوں نہ بیٹھا ہو، اور کسی ذمہ داری کو پورا کر رہا ہو، اس کو اتنا ہی زیادہ فیض حاصل ہوتا رہا ہے، اصل چیز اپنے بزرگوں کے ساتھ محبت اور عشق کا تعلق رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنا ہے، اللہ تعالی متعلقین ومتوسلین پر فیض کی بارش برساتے رہتے ہیں۔

حضرت کی علالت کا زمانہ

اعلی حضرت قدس سرہ کی علالت کا زمانہ بہت ہی طویل گزرا، تقریباً سات آٹھ سال علالت کا سلسلہ رہا اور روز افزوں اضافہ ہی ہوتا رہا، حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی ثم الدہلوی مستقل معالج تھے، بار بار تشریف لاتے اور کئی کئی دن قیام فرماتے مگر: ~

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ہر نوع کا علاج کیا گیا، مگر ہر علاج بجائے صحت کی طرف لانے کے علالت کی شدت کی طرف لے جاتا تھا۔

بخار کا عارضہ

حضرت رائے پوری کی علالت کا زمانہ طویل گزرا ہے، مگر آپ میں کتمان حال (اپنی حالت کو لوگوں سے چھپانے) اور ضبط وتحمل بہت زیادہ تھا، بڑی سے بڑی تکلیف کو چھپاتے تھے، آخری زمانہ میں مستقل بخار رہنے لگا لیکن باوجود اس کے مجاہدات کا وہی

عالم رہا، مدتوں تک حالت چھپاتے رہے، ایک دن طبیب کے اصرار اور سوال پر فرمایا مجھے بخار اس دن شروع ہوا جس دن حضرت گنگوہی نے اس دنیا کو الوداع کہا اور اس کا بدن پر ظہور اس دن ہوا جس دن خبر سنی کہ مولانا محمود حسن صاحب مالٹا میں قید ہوگئے، ان حضرات کے غم میں آپ عشق سوزاں سے شمع کی طرح پگھلتے رہتے تھے، کسی دوا سے افاقہ نہیں ہوتا تھا، ہاں اگر محبوب کا تذکرہ ہوتا، تو طاقت اور توانائی بڑھ جاتی تھی، سوزش عشق کا یہ عالم تھا کہ جسم پر بحالت صحت میں بھی ہاتھ رکھنا دشوار تھا، چنانچہ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ مولانا عزیز گل صاحب نے حضرت رائے پوری سے درخواست کی حضرت! مجھے بدن دبانے کی اجازت مرحمت فرما دیجئے'' تو ارشاد فرمایا ''تم برداشت نہ کرسکو گے، مولانا نہ مانے، اور دبانا شروع کیا، مولانا عزیز گل صاحب کا بیان ہے کہ مجھ سے جسم پر ہاتھ رکھنا دشوار ہوگیا، انگارے کی طرح آپ کا جسد مبارک گرم تھا، فوراً ہاتھ اٹھا لیا، تب حضرت نے فرمایا ''دیکھ لیا''۔

حضرت سہارنپوری کا خواب

آپ کے مرض کو چونکہ امتداد زیادہ ہوگیا تھا، اس لیے زائرین آتے اور چلے جاتے تھے، کس کو خیال تھا کہ فلاں وقت رخصت کا ہے اور ٹھہرنا چاہئے، ایک مرتبہ حضرت سہارنپوری نے خواب دیکھا کہ آفتاب غروب ہوگیا، اور دنیا میں اندھیرا چھا گیا، حسب معمول تہجد کے وقت حضرت اٹھے اور نفلوں سے فارغ ہوکر متفکر بیٹھ گئے، اہلیہ نے پوچھا آج عادت کے موافق آپ نفلوں کے بعد لیٹے کیوں نہیں، اور طبیعت کچھ فکر مند معلوم ہوتی ہے، کیا بات ہے؟ آپ نے خواب کا اظہار کیا، اور محزون لہجہ میں فرمایا، اس کی تعبیر ایک تو یہ ہے کہ مولانا محمود الحسن صاحب مالٹا میں محبوس ہیں، دوسرے مجھ کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ کہیں شاہ عبدالرحیم صاحب کی حالت نازک نہ ہو۔

غرض صبح کو حضرت بیلوں روانہ ہوگئے، جہاں تبدیل آب وہوا کیلئے حضرت کا قیام تھا،

بعد مغرب حضرت نے فرمایا آج عشاء کی نماز ذرا سویرے پڑھ لو، چنانچہ یہ سمجھ کر کہ آرام کی خواہش ہوگی نماز اول وقت پڑھ لی گئی اور آپ چارپائی پر لیٹ رہے، حضرت دوسرے کمرہ میں جا لیٹے کہ دفعتہً آپ کو آخری کرب شروع ہوا، اور حضرت اپنے کمرہ سے لپک کر پاس آئے، مولانا نے حضرت کو محبت بھری نظروں سے دیکھا اور آپ کا ہاتھ تھام کر اپنے سینہ پر رکھ لیا۔

حضرت رائے پوری کا وصال

حضرت نے پڑھنا شروع کیا اور رائے پور کا آفتاب اپنے محبوب کا ہاتھ چھاتی پر رکھے ہوئے چند منٹ کے اندر شب کے گیارہ بج کر انیس منٹ پر ۲۶؍ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹؍جنوری ۱۹۱۹ء کو بیلوں میں غروب ہوگیا، یہ گاؤں شاہ زاہد حسن صاحب رئیس بہٹ کا خریدا ہوا تھا، آب وہوا اس کی بہت اچھی تھی اور انگریزوں کی دیگر کوٹھیاں اس میں تھیں، بہت ہی خوشگوار اور پرفضا تھی، شاہ صاحب کی درخواست پر حضرت قدس سرہ زندگی کے آخری ایام میں تبدیلی آب وہوا کی وجہ سے یہاں تشریف لے آئے تھے، وصال کے بعد جنازہ رائے پور لے جایا گیا، حضرت سہارنپوری نے نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں مسجد کے جنوب میں تدفین ہوئی۔

اولاد واحفاد

حضرت رائے پوری قدس سرہ کا آبائی وطن اگرچہ ''تگری'' تھا، جب کہ آپ کی ننھال رائے پور میں تھی، آپ کی والدہ محترمہ راؤ ولی محمد خان ولد راؤ ذوالفقار خاں رائے پوری کی صاحبزادی تھیں، حضرت کی ہمشیرہ محترمہ کی شادی بھی رائے پور میں راؤ مراد علی خاں صاحب سے ہوئی تھی، آپ کے بھانجے حضرت مولانا محمد اشفاق صاحب رائے پوری انہیں کے بطن سے تھے، حضرت مولانا اشفاق صاحب خاصے طویل عرصہ (۱۳۴۴ھ تا ۱۳۶۷ھ) تک دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوری کے بڑے معزز ممبران میں سے تھے،

حضرت کی خانقاہ کے کتب خانہ میں جو کتابیں تھیں، ان کے متولی تھے، حضرت رائے پوری نے اپنی حیات مبارکہ میں اس کی ذمہ داری آپ کے سپرد فرمائی تھی۔

حضرت رائے پوری کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی راؤ امانت علی ولد راؤ قلندر علی رائے پوری کی صاحبزادی محترمہ سے ہوئی، ان کے بطن سے دو بچے ہوئے، ایک حافظ عبدالرشید جو کہ ۱۳۲۸ھ-۱۹۱۰ء میں سفر حج سے واپسی پر ''عدن'' کے مقام پر انتقال فرما گئے تھے، دوسری صاحبزادی محترمہ جن کا نکاح جناب چودھری تصدق حسین صاحب رئیس گمتھلہ سے ہوا تھا، اور حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ (جانشین حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ) انہی کے بطن سے پیدا ہوئے، حضرت رائے پوری نے اپنے ان نواسے کی تربیت ظاہری وباطنی اپنی زندگی میں کردی تھی، جس کی تکمیل حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے دور میں ہوئی تھی۔

حضرت رائے پوری کی دوسری شادی، پہلی بیوی کے انتقال کے بعد نکاح بیوگان کے سلسلہ میں ہوئی تھی، اور یہ شادی آپ نے اپنے سسر کی دوسری بیوی کے بیوہ ہونے پر ان سے کی تھی، یہ دوسری اہلیہ محترمہ چودھری برکت علی ولد علی نواز خان لیدھا والوں کی صاحبزادی تھیں، دوسری اہلیہ محترمہ سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔

خلفائے کرام

ویسے تو حضرت عالی رائے پوری کے تربیت یافتہ افراد اور اجازت یافتہ حضرات کی تعداد خاصی ہے؛ لیکن آپ کے چند خلفاء خاص طور پر اہم اور قابل ذکر ہیں جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری۔

(۲) حضرت مولانا اللہ بخش صاحب بہاولنگری قدس سرہ دین پور ضلع بہاولنگر۔

(۳) حضرت منشی رحمت علی صاحب جالندھری قدس سرہ

(۴) حضرت ملا عبدالعزیز صاحب رائے پوری (والد محترم حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری)۔

خصوصیات وامتیازات

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے آپ کے اوصاف، امتیازی خصوصیات اور عادات مبارکہ کا اجمالی خاکہ کچھ یوں بیان کیا ہے:

''حضرت ممدوح اس صدی کی وہ مقتدر ہستی تھی جو گذشتہ صدیوں کے بزرگان مشاہیر کا نمونہ بن کر دنیا میں آئی تھی، شان تفویض (یعنی ہر بات کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرنا) کی مجسم تصویر، بحر توحید کی غواص (غوطہ لگانے والے) تسلیم ورضا میں غرق اور توکل واعتماد میں فنا، شریعت میں آپ عالم متبحر تھے، مگر طریقت کا آپ پر ایسا غلبہ تھا کہ دیکھنے والا آپ کو مولوی وعالم نہ سمجھتا تھا، یکسوئی اور وحدت نشینی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی، مگر حق تعالیٰ کو آپ کے نور فیضان سے عالم کو معمور (آباد) کرنا تھا، اس لیے جس گمنامی وپنہائی کے آپ متمنی اور شیدا تھے، اس میں کامیاب نہ ہوئے، مخلوق کو قدرتی طور پر آپ کی طرف کشش ہوتی اور آپ جتنا دنیا سے بھاگتے، گھبراتے اور دامن چھڑاتے تھے، اسی قدر دنیا آپکا تعاقب کرتی لپکتی اور دامن پکڑتی تھی، آپ کے حالات عجیبہ بیان کرنے سے زبان عاجز ہے، محبوبیت آپ پر سایہ فگن تھی، اور اس لیے مخلوق کو آپ کے وجود باجود سے ظاہری وباطنی ہر قسم کا ہر وقت نفع پہنچتا رہتا تھا''۔

آپ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے اجلہ خلفاء میں تھے اور غلبہ کتمان اور اخلاق کی وجہ سے ''نقشبندیت'' کا آپ پر غلبہ تھا، کہ باغ کے پتہ پتہ اور نہر کے قطرہ قطرہ سے ذکر اللہ سنائی دیتا تھا۔

اور بے حس وبے مس شخص بھی حاضر خدمت ہو کر اس اندرونی لذت کو محسوس کرتا تھا، جس میں آپ کا اور آپ کے متوسلین کا ہر لمحہ گذرا کرتا تھا۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند ۞ کہ برند از رہ پنہا بحرم قافلہ را

نقشبندی بزرگ بھی عجیب راہبران قافلہ ہیں، کہ چھپے راستے سے ہی قافلہ کو حرم شریف پہنچا دیتے ہیں۔

غرضیکہ حضرت صفائے باطن اور تزکیہ نفوس میں رشد وہدایت کے تاجدار تھے، صحیح حکمت عملی اور فہم وبصیرت کی اعلیٰ صلاحیت کے حامل تھے، مناقشات ومجادلات سے بہت زیادہ محرز تھے، حکمت وفلسفہ کے بلند پایہ عارف تھے، علوم ومعارف اور حقائق کا ہر وقت فیضان رہتا تھا، آپ کی نسبت بہت قوی تھی۔

تصوف کی اصل حقیقت اور اس کے عملی تقاضوں سے خوب واقف تھے، تصوف کو دینی عقل وشعور کا دوسرا نام دیتے تھے، قوم کی انفرادی واجتماعی مشکلات کا صحیح خطوط پر حل کرنا جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو توکل کی نعمت، صبر وتحمل، مخلوق کی دلجوئی ومدارات جیسی صفات حمیدہ سے نوازا تھا، آپ کو سنت سے محبت، بدعت سے نفرت حد درجہ تھی، آپ کی اصلاح اور امر بالمعروف کا انداز نرالا تھا، آپ علم ظاہری وباطنی کے جامع تھے، اور آپ پر نسبت نقشبندیہ غالب تھی، قرآن پاک اور اس کی تعلیم سے عشق وتعلق تھا، مدارس کی سرپرستی اور مدارس کے چندہ کے متعلق بہت محتاط تھے، مہمانوں کی تواضع اور راحت ودلداری کا خوب خیال رکھتے تھے، آپ کو مشتبہ کھانا ہضم نہیں ہوتا تھا، خواب کی تعبیر میں مکمل دستگاہ حاصل تھی، بزرگوں اور متعلقین کی آمد سے مسرور ہوتے تھے۔

حضرت رائے پوری کے کارنامے

حضرت کے چند کارنامے یہ ہیں کہ آپ نے ملک کے مختلف علاقوں میں مکاتب

قرآنیہ کا جال بچھادیا، قومی تحریکات میں مرکزی کردار ادا کیا، بڑے اور اہم اداروں کی سرپرستی ونگرانی فرمائی، دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور اور تحریک ریشمی رومال اور نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کی سرپرستی فرمائی، حضرت شیخ الہند سے ترجمہ قرآن کرایا، حضرت مولانا نور محمد صاحب لدھیانوی سے نورانی قاعدہ لکھوایا، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے تعلیم الاسلام اور اصول اسلام کے رسالے لکھوائے، آپ نے رائے پور کو مکاتب ومدارس قرآن کا مرکز بنادیا بلکہ تمام تحریکوں کا مرکز بنایا تھا، اور آس پاس کے علاقوں میں مکاتب قرآنیہ کا اجراء کرایا، مشرقی پنجاب کے دیہات میں، ریاست بہاولپور میں، دین پور میں، خیر پور میں جمال پور، دہرہ دون اور مغربی یوپی میں جگہ جگہ مکاتب قائم کردئے تھے، اور سب سے بڑا کارنامہ خانقاہ رائے پور کی شکل میں ابھی بھی مسلم وغیر مسلم عوام کی خدمت میں شب وروز مشغول ہے، اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں اپنے پاک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (حضرت کے تفصیلی حالات راقم کی کتاب ''تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

حضرت رائے پوری کے باقیات صالحات اور کارناموں میں چار اہم شخصیات بھی ہیں، جن کو آپ نے خرقہ خلافت سے نوازا، ان میں سب سے زیادہ شہرت تو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کو حاصل ہوئی، ان کے حالات آگے آرہے ہیں، اسی طرح حضرت کے ایک خاص خادم اور معتمد حضرت ملا عبدالعزیز صاحب رائے پوری بھی تھے، جن کا مختصر تذکرہ یہاں کیا جارہا ہے۔

رسول نما بزرگ

حضرت ملاجی عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ

حضرت ملا جی عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ

تمہید

حضرت ملا عبدالعزیز خان رائے پور ہی میں پیدا ہوئے، آپ ملا جی کے نام سے مشہور ومعروف ہوئے ہیں، آپ نے قرآن مجید ناظرہ کیا اور کچھ دینی کتابیں پڑھیں، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ کے خلیفہ اجل اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے پیر بھائی تھے، حضرت ملا جی رائے پور میں حضرت شاہ عبدالرحیم کے ساتھ ہونے والوں میں سب سے پہلے شخص تھے، جب شاہ عبدالرحیم صاحب کو حضرت میاں عبدالرحیم صاحب سہارنپوری نے رائے پور میں بھیجا، تو عماد پور کا ایک آدمی سب سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت ہوا، اور حضرت ملا جی نے سب سے پہلے ان کی رفاقت کی، یہاں تک کہ مجاہدوں کے زمانے میں بھی ساتھ رہے، اس طرح تقریباً آپ حضرت شاہ عبدالرحیم کے ساتھ چالیس سال رہے ہیں، اور ایسی خدمت اور رفاقت کی جسکی مثال نہیں کہ پوری زندگی حضرت کے ساتھ گزار دی، جسکی برکت آج تک ان کی نسل اور اولاد میں موجود ہے۔

حضرت ملا جی کی حج کے سفر میں رفاقت

حضرت ملا جی کے خلف الصدق حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری نے مولانا محمد اشفاق صاحب رائے پوری کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب اور ان کی بیوی فاطمہ حضرت ملا جی کی معیت میں حج کے لیے حجاز مقدس کے سفر پر گئے تھے، وہاں پر ایک جگہ ایک راستہ بہت پر خطر تھا، بدو لوگ مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے، اسی اثنا میں اتفاق سے حضرت کی بیوی کا اونٹ جس پر وہ سوار تھیں پیچھے رہ گیا، حضرت

شاہ عبدالرحیم صاحب پیچھے مڑ کر دیکھنے کے لیے گئے، پیچھے پیچھے حضرت ملا جی بھی ساتھ چل دئے، حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ملا جی تم کہاں آ گئے ہو، یہ تو پر خطر راستہ ہے، تو ملا جی نے محبت سے لبریز، دل آویز اور عاشقانہ جواب دیا، کہ اگر حضرت ہی نہ ہوں گے تو ہم دنیا میں رہ کر کیا کریں گے، اس واقعہ سے حضرت ملا جی کا حضرت شاہ صاحب سے تعلق ومحبت اور قلبی لگاؤ اور سچی رفاقت کا اندازہ ہوتا ہے، کہ کس درجہ وہ فنافی الشیخ کے مرتبے پر فائز تھے، یہی وجہ تھی کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کو بھی ملا جی سے غیر معمولی لگاؤ تھا۔

حضرت رائے پوری ملا جی کے لیے پانی لائے

حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری نے فرمایا کہ ایک مرتبہ شاہ عبدالرحیم صاحب اور ملا جی دونوں لوہاروں والی مسجد میں رات میں بیٹھے ہوئے پڑھ رہے تھے، اچانک ملا جی کو پیاس لگی، پانی وہاں تھا نہیں اور ملا جی پانی پینے نہیں گئے، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کو کشف ہو گیا، اٹھ کر لوٹا لیا اور نہر سے پانی لے کر آئے، نہر لوہاروں والی مسجد سے جنوب میں تھوڑے سے فاصلے پر واقع ہے اور ملا جی کو پلایا، اس سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شیخ کو مرید سے اور مرید کو شیخ سے کس قدر والہانہ، مشفقانہ او رعقیدت مندانہ ربط اور تعلق تھا، حضرت ملا جی حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے زمانے میں بھی اور حضرت شاہ عبدالقادر کے زمانے میں بھی باغ ہی میں مقیم رہے، باغ سے مراد خانقاہ رحیمی ہے، چونکہ اس کے اردگرد باغ ہے، مدرسے کا کام بھی حضرت شاہ صاحب کے بعد انہوں نے ہی چلایا، اور اس کے کمرے میں رہتے تھے، جس میں اس وقت مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور کا دفتر اہتمام ہے، اب تو چند سالوں سے وہاں نئی تعمیر ہو گئی ہے۔

خانقاہ کا مدرسہ اور اس کے ذمہ داران

حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ سب سے پہلے یہ مدرسہ حضرت شاہ عبدالرحیم

صاحب نے ۱۳۰۸ء میں قائم کیا تھا، ان کی وفات کے بعد مدرسہ ختم ہوگیا، پھر حضرت ملاجی نے اس کو از سر نو شروع کیا، اور تیرہ سال تک مدرسہ کا کام ملاجی کے ہی سپرد رہا، ان کے بعد مولانا اشفاق صاحب کے سپرد رہا، حضرت مولانا علی میاں صاحب نے لکھا ہے کہ ''اس کے بعد مدرسہ کا اہتمام مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نومسلم کے سپرد رہا''، ۱۴۰۵ھ م ۱۹۸۴ء سے حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب اس کے ذمہ دار تھے، مگر عملاً حضرت مفتی صاحب کے داماد الحاج عتیق احمد صاحب ناظم رہے، حضرت مفتی صاحب کی وفات کے بعد مستقل ناظم ومتولی حضرت الحاج شاہ عتیق احمد صاحب ہیں، جو حضرت مفتی صاحب کے جانشین اور حضرت ملاجی عبدالعزیز صاحب کے پڑپوتے ہیں۔

حضرت رائے پوری کے حکم سے حضرت ملاجی کا مدارس قائم کرنا

حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ حضرت ملاجی کے ساتھ حکیم غلام محمد صاحب پٹھیڑ والے اور ایک آدمی اور تھا، ان تینوں آدمیوں نے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے حکم سے رام پور، ڈھکرانی، سہس پور، میہو والا، دہرہ دون اور دیگر بہت سے مقامات پر مدارس دینیہ قائم کئے ہیں، غرضیکہ حضرت ملاجی حضرت شاہ صاحب کے خاص خادم بھی تھے، اور حضرت کی ڈاک بھی اکثر آپ ہی لکھا کرتے تھے، تحریک ریشمی رومال کے سلسلہ میں مالی اعانت کا نظام بھی آپ سے ہی متعلق تھا، چندہ اکٹھا کرنا اور مجاہدین کو ارسال کرنا آپ کی ذمہ داری تھی، بلکہ ریشمی رومال تحریک کے آپ ہی خزانچی تھے، اور اس سلسلہ کی خط وکتابت اور دیگر ذمہ داری بھی آپ ہی کی وساطت سے ہوتی تھی، حضرت عالی کے انتہائی معتمد افراد میں سے تھے۔

ملاجی کی خصوصیات

حضرت ملاجی کی نرم طبیعت تھی، نورانی چہرہ، بے انتہا صبر وتحمل تھا، نماز میں حد درجہ

خشوع وخضوع تھا، ان کے اخلاق وکردار اور ان کی زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے بہت ہی اونچے حالات تھے، مولانا جان محمد باقرپوریؒ نے فرمایا کہ تقوی میں مولوی الطاف حسین (۱) اور صبر میں حضرت ملاجی اپنی مثال آپ تھے۔

رسول نما بزرگ

حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ سنسارپور کے منشی عبدالرشید تھے، ان کا تعلق حضرت ملاجی سے تھا اور ان سے ہی بیعت تھے، ایک مرتبہ میں بیمار ہوا (اس قدر بیمار ہوئے تھے کہ لوگ زندگی سے مایوس ہوگئے تھے) منشی جی نے اباجی سے کہا کہ عبدالرشید بچ جائے اور صحیح ہوجائے، اور میرا انتقال ہوجائے، اس بات سے حضرت ملاجی کو ان سے بہت ہی زیادہ الفت ومحبت ہوگئی، ایک مرتبہ حضرت ملاجی نے ان کو رات میں اٹھا کر کہا کہ آنکھیں بند کرو، تو انہوں نے آنکھیں بند کیں، جیسے ہی آنکھیں بند کیں تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاف میدان ہے، اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے ہیں، پھر دوسری مرتبہ رات میں ان کو سوتے ہوئے اٹھایا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرائی، اس واقعہ کے بعد حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ ایسے بزرگ کو رسول نما کہتے ہیں۔

حضرت ملاجی فنافی اللہ اور فنافی الرسول کے اس مرتبہ پر تھے کہ وہ جس کو چاہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادیتے تھے، یہ سب اللہ کے فضل اور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب جیسے پیر کی صحبت وتوجہ کا اثر تھا، جب ۱۹۳۳ء میں آپ کی وفات ہوئی تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت ملاجی کے یہاں ایک ہی اولاد ہوئی، جن کا نام نامی اسم گرامی عبدالرشید تھا، جن کا تذکرہ کتاب میں آگے آرہا ہے۔

(۱) مولانا الطاف حسین صاحب مولانا واجد علی صاحب رائے پوری کے بڑے بھائی اور حضرت ملاجی کے داماد تھے، جن کا تقوی اور پرہیزگاری مشہور تھی۔

29

قطب الاقطاب

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

تمہید

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری اللہ تعالی کے ایسے خاص اور مقرب بندے تھے جنہوں نے اپنے اردگرد ایسے آفتاب وماہتاب کو جمع کرلیا تھا جو اپنی اپنی جگہوں پر مستقل دینی وعلمی فیض رساں شخصیات تھے حضرت شاہ صاحب کی وسعت ظرفی، اخلاص وللّٰہیت اور بے نفسی اور تواضع وانکساری نے ہر مکتب فکر کے لوگوں کے ہر دل عزیز بنادیا تھا، جس کی وجہ سے مختلف الجہات اور افکار ونظریات کے حامل افراد حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کسب فیض کرتے اور ہر ایک یہ سمجھتا کہ حضرت مجھ کو زیادہ چاہتے ہیں۔

اسم گرامی و پیدائش

آپ کا نام عبدالقادر ہے، آپ ۱۲۹۰-۹۱ھ مطابق ۱۸۷-۷۴ء میں پنجاب کے ایک دوردست گاؤں ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، آپ جب ۱۳۲۲-۲۳ھ میں رائے پور آئے تو حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری (متوفی ۱۹۱۹ء) کے استفسار پر اپنا نام غلام جیلانی بتلایا، حضرت مولانا نے فرمایا کہ آپ تو عبدالقادر ہیں، چنانچہ اسی وقت سے آپ کا نام عبدالقادر مشہور ہوا۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم پاکستان کے مختلف حضرات سے حاصل کی، انتہائی تعلیم اور تکمیل کے لیے ہندوستان کا سفر کیا، اور سہارنپور، رام پور، دہلی اور بریلی وغیرہ میں مختلف اونچے

حضرات سے متعدد کتابیں پڑھیں، اور تکمیل نصاب کیا۔

ملازمت

ان مختلف مقامات پر علوم کی تحصیل اور درسیات کی تکمیل کر کے فراغت حاصل کی، شاید اس کا سلسلہ بریلی میں تکمیل کو پہنچا، اور وہیں بریلی ہی میں تدریسی کے فرائض انجام دئے، اور وہیں والد کے انتقال کی خبر ملی، ان کے انتقال کے دو ماہ بعد ملازمت چھوڑ دی، پھر آپ افضل گڈھ (ضلع بجنور) میں چلے گئے، اور وہاں کسی دوست یا رفیق درس کے تعلق سے کچھ عرصہ قیام کر کے مطلب قائم کیا لیکن یہ سلسلہ بھی چھ ماہ سے زائد نہیں چلا۔

انجذاب الی اللہ

بانس بریلی کے قیام کے دوران طبیعت کی بے چینی اور قلبی بے اطمینانی بہت بڑھ گئی تھی، اس زمانے میں حضرت امام غزالی کی کتاب "المنقذ من الضلال" کا مطالعہ کیا، جس میں انہوں نے اپنی سرگزشت بیان کی ہے، اور اس بات کا اظہار کیا ہے کہ صحیح راستہ صوفیائے کرام کا ہے، جو اپنی سیرت و اخلاق میں نبوت کے پرتو کامل ہیں، اور ان کا نور باطن مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ و مستنیر ہے۔

حضرت جس باطنی کشمکش اور جس قلبی پریشانی میں مبتلا تھے، ان حالات میں اس کتاب نے رہبر کامل کا کام دیا، پھر حضرت نے افضل گڈھ (بجنور) میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی مثنوی ''تحفۃ العشاق'' کو دیکھا تو اس نے عشق حقیقی کی سوزش اور محبوب حقیقی کی طلب و تڑپ پیدا کر دی۔

چونکہ ایک دفعہ ۱۳۱۴ھ میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی سہارنپور میں طالب علمی کے زمانے میں زیارت کر چکے تھے، نیز حضرت کے بعض مریدین سے بھی آپ کی ملاقات ہو چکی تھی، اس لیے حضرت رائے پوری کی طرف دل کھینچا جاتا تھا، چنانچہ

آپ نے حضرت کی خدمت میں عریضہ تحریر فرمایا کہ ''میں بیعت کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں'' حضرت عالی نے جواب میں رقم فرمایا کہ حدیث شریف میں آتا ہے "المستشار مؤتمن" میں آپ کو لکھتا ہوں کہ میں کوئی چیز نہیں ہوں، آپ میں تو طلب ہے، مجھ میں تو یہ بھی نہیں ہے، آپ ہمارے مرشد حضرت گنگوہی کی طرف رجوع کریں، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے تھے کہ ''میں اس خط کو پڑھ کر پھڑک گیا کہ اخلاص اور بے نفسی اس کو کہتے ہیں، چنانچہ دوبارہ حضرت کی خدمت میں خط لکھا اور عرض کیا کہ '' مجھے معلوم ہے کہ آپ کو جو کچھ ملا، حضرت گنگوہی سے ملا، مگر میرا رجحان جناب کی طرف ہے، میری طرف سے اگر مہمان داری کی فکر ہے تو میرے حقوق حضرت کے ذمہ نہیں، میں اپنے قیام و طعام کا خود ذمہ دار ہوں''۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب اس خط کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، لوگوں کو خط دکھلایا اور فرمایا کہ '' دیکھو یہ ہیں طالب''۔

رائے پور حاضری

آپ افضل گڈھ سے حضرت کی خدمت میں پہلی بار غالباً ۱۳۲۲ھ یا ۱۳۲۳ھ میں رائے پور حاضر ہوئے، راؤ عطاء الرحمٰن خاں رائے پوری نے راقم سطور کے دریافت کرنے پر کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری حضرت کے پاس کب اور کیسے آئے، تو انہوں نے بتلایا کہ جس وقت حضرت شاہ عبدالقادر صاحب تشریف لائے تو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کا قیام تاجیوالا، جمنا کے کنارے، ہریانہ میں تھا، حضرت آرہے تھے، جب حضرت نے شاہ عبدالقادر کو دیکھا تو فوراً بغیر سلام و کلام کے ان کو اپنی بہلی میں بٹھالیا، یہ پہلی نظر کرم و شفقت و محبت تھی، چنانچہ آپ نے بیعت کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا '' جلدی کیا ہے؟ استخارہ کرلو''، چونکہ آپ کو گھر جانا تھا، فرمایا گھر ہو آؤ، پھر بیعت کرلینا، گھر لوٹتے ہوئے حضرت شاہ عبدالرحیم کے ساتھ حضرت

گنگوہی کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضرت نے پڑھنے کو وظیفہ بتلا دیا۔

دوبارہ رائے پور واپسی اور مستقل قیام

پھر دوبارہ وطن مالوف سے رائے پور واپسی ہوئی اور بیعت سے مشرف ہوئے، ذکر کی کیفیت بتلانے کے بعد پھر رائے پور میں مستقل قیام کا ارادہ کرلیا۔

رائے پور کے قیام میں حضرت نے بڑا مجاہدہ کیا، اگرچہ اس دور کی پوری تفصیل ملنی تو مشکل ہے تاہم حضرت نے اس دور کے جو حالات کبھی کبھی اصلاح وتربیت مریدین کی غرض سے بیان فرمائے تھے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت نے اس دور میں مشائخ متقدمین کا سا مجاہدہ کیا تھا، پوری پوری رات ذکر وفکر میں گزر جاتی تھی اور حضرت کی رات دن کی خدمت اس کے علاوہ تھی، زندگی کی کوئی آسائش وسہولت حضرت کو میسر نہیں تھی، خود فرماتے تھے کہ ”اس وقت خانقاہ میں بڑی عسرت کا دور تھا، مسلسل سوکھی روٹی کھا کر کئی قسم کے امراض پیدا ہوگئے تھے، کبھی حضرت کی خدمت میں مشغول ہوتا اور مطبخ بند ہوجاتا تو یا ڈیگچی چاٹ لیا، یا پھر طاق میں سوکھی روٹی کے ٹکڑے ہوتے ان کو پانی میں بھگو کر کھالیا“۔

الغرض اس وقت یا اس زمانے میں حضرت کے دو ہی کام تھے، ذکر واذکار کی مشغولیت اور حضرت کی خدمت، دن رات میں آرام کرنے کا بہت تھوڑا وقت میسر آتا تھا، رات کو حضرت کو لٹانے کے بعد ذکر میں مشغول ہوجاتے اور پوری رات ذکر میں گزار دیتے، ذکر وشغل کے علاوہ رات دن آپ حضرت کی خدمت میں مصروف رہتے اور آپ کو حضرت سے ایسا خادمانہ وعاشقانہ تعلق ہوگیا تھا جس کی مثال صرف اولیاء متقدمین کے حالات میں مل سکتی ہے، کہ اپنے آپ کو بھول کر فنافی الشیخ ہوگئے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم کے ساتھ تبلیغی اسفار

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری تبلیغ کی غرض سے ملک کے طول وعرض میں

طویل دورے فرمایا کرتے تھے، جگہ جگہ قیام کرتے اور مدارس کا اجراء کرتے، اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری کرتے، مگر شاہ عبدالقادر صاحب ہم رکاب رہتے اور شاہ عبدالرحیم کی ضروریات کا اہتمام کرتے، چنانچہ حضرت مولانا خود فرمایا کرتے تھے کہ ”مجھے اپنے حضرت سے اتنی مناسبت ہوگئی تھی کہ جو کچھ حضرت کے قلب پر وارد ہوتا، اللہ کی طرف سے وہی میرے قلب پر وارد ہوتا تھا، اور جو کچھ میرے قلب پر وارد ہوتا تھا وہی حضرت کے قلب پر وارد ہوتا تھا، گویا کہ معاملہ ایسا تھا کہ

من تو شدم تو من شدی　　من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں　　من دیگرم تو دیگری

تکمیل طریقت اور اجازت وخلافت

چنانچہ جب آپ نے منازل سلوک طے کر لیے تو پہلے آپ کو حضرت عالی نے سلسلہ قادریہ میں مجاز فرمایا، اس کے بعد چاروں سلسلوں (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ) میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت شاہ عبدالرحیم کی وفات اور آپکی جانشینی

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کی علالت کا سلسلہ وفات سے پانچ سال قبل شروع ہو گیا تھا، مرض وفات میں جو لوگ بیعت کے لیے آتے تھے، حضرت کے حکم سے آپ ان سے بیعت لیتے تھے، اس زمانے میں بہ کثرت لوگ آپ سے بیعت ہوئے، ان ہی ایام میں ایک روز حضرت نے شاہ عبدالقادر صاحب سے فرمایا ”دل تو چاہتا ہے کہ جیسے زندگی میں اکٹھے ہیں، مرنے کے بعد بھی ایک ہی جگہ رہیں“ مگر ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے، بالآخر ۲۶/ربیع الثانی، ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹/جنوری کو ۱۹۱۹ء کو حضرت کا وصال ہوگیا،

اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔

چونکہ امام العصر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے سلسلے میں کسی رسمی جانشینی اور خلافت کا اعلان نہیں کیا جاتا تھا، جو صاحب اہل ہوتے ہیں وہ خود ہی مرجع خلائق ہو جاتے ہیں، ویسے ہی حضرت نے آپ کو اجازت وخلافت خود دے دی تھی، نیز چودھری محمد صدیق صاحب کو آپ کے بارے میں وصیت فرمانا کہ ''میرے بعد عبدالقادر کا خیال رکھنا'' زندگی میں اور موت کے بعد ایک ہی جگہ رہنے کی خواہش کا اظہار کرنا، حضرت شاہ عبدالقادر کا سارے تعلقات ختم کر کے حضرت کی خدمت میں پڑا رہنا، یہ باتیں سب آپ کی جانشینی پر دال تھیں، چنانچہ خود ہی حالات واسباب ایسے پیدا ہوتے گئے کہ بالآخر حضرت شاہ عبدالقادر ہی حضرت شاہ عبدالرحیم کے صحیح جانشیں وقائم مقام اور باطنی دولت کے وارث بنے۔

بیت اللہ کی زیارت اور حج

آپ نے کل تین حج کیے ہیں، پہلا حج آپ نے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے ساتھ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں کیا، دوسرا حج حضرت کی وفات کے بعد آپ نے ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۷ء میں کیا، اس سفر میں آپ کے ساتھ بہت سے علماء وصلحاء کا مجمع تھا۔

تیسرا اور آخری حج آپ نے ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں کیا، اس سفر میں آپ کے ہمراہ رائے پور کے رؤسا اور راؤ صاحبان اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی اپنے اعزہ واحباب کے ساتھ تھے، فیض آباد، بہٹ اور بریلی کے بعض شرفاء بھی شریک قافلہ تھے۔

عوام میں مقبولیت ومحبوبیت

حضرت کے اخلاص وللّٰہیت اور بےنفسی وفنائیت کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے اس

مادہ پرستی کے دور میں آپ کو ایسی مقبولیت ومحبوبیت نصیب فرمائی اور آپ کی طرف محبین ومعتقدین کا ایسا ہجوم ہوا جس سے مسلمانوں کے عہد عروج اور دین داری وخدا طلبی کے دور ترقی کی ایک جھلک نظر آ گئی، آپ کہیں ہوں، گاؤں میں یا شہر میں، ہندوستان میں ہوں یا پاکستان میں، اہل طلب وارادت آپ کو گھیرے رہتے تھے، اور بغیر کسی اعلان واشتہار کے پروانہ وار جمع ہو جایا کرتے تھے، جس جگہ بھی تشریف فرما ہوتے، کئی سو کا مجمع حاضر رہتا، وسیع کوٹھیوں کا چپہ چپہ ذکر کرنے والوں اور دور دور سے آنے والوں سے معمور ہو جاتا تھا۔

آپ کی ذات نے ثابت کر دیا کہ زمانے کے انقلاب کا بہانہ ہے، اخلاص وکمال کہیں مخفی ومستور نہیں رہ سکتے، دور آخر میں آپ کی محبوبیت اور عوام کی عقیدت کے مناظر نے اسلام کے دور اول کے علمائے ربانی کی مقبولیت ومحبوبیت کی یاد تازہ کر دی۔

حضرت کی اس مقبولیت نے ثابت کر دیا کہ دین اور خلوص میں اب بھی وہ کشش ہے جو کسی بڑے سے بڑے دنیادار، صدر مملکت اور کسی ارب پتی کو حاصل نہیں، سچ ہے:

مبیں حقیر گدایان عشق را کیں قوم
شہان بے کمر وخسروان بے کلہ

دنیا کے بڑے لوگوں کو خدام تو مل سکتے ہیں لیکن ان کو وہ عقیدت ومحبت اور دل سوزی نہیں مل سکتی جو اللہ کے مقبول بندوں کے مخلص خدام میں ہوتی ہے، اور ان خدام میں جن کا شمار ہو سکتا ہے، ان میں مولانا عبدالمنان صاحب، بھائی الطاف صاحب، صوفی برکت علی صاحب، حضرت حافظ عبدالرشید صاحب، قاری محمد بشیر صاحب، حضرت کے بھتیجے مولوی عبدالجلیل صاحب اور بھانجے، مولوی عبدالوحید صاحب پیش پیش ہیں۔

حضرت کی تمام ضروریات وضوء استنجاء کرانا، کھانا کھلانا، دوائی وغیرہ استعمال کرانا، نہلانا، کپڑے پہنانا، لٹانا، بٹھانا، سب کچھ یہی خدام کرتے تھے۔

عمومی بیعت

آپ کے اخلاص، وسعت اخلاق، شفقت ومحبت اوراپنے کام میں انہماک و یک سوئی کی وجہ سے بہت جلد رائے پور کی خانقاہ مرجع خاص وعام بن گئی، سہارنپور کا ضلع خاص طور پر، اور دوآبہ عام طور پر بزرگوں کے ساتھ عقیدت رکھنے والا، خدا کے نام کی چاشنی کا لذت آشنا ہے، رائے پور کے اطراف اور کوہ وشوالک کے دامن، اور جمنا کے کنارے کا دونوں طرف کا علاقہ حضرت شاہ عبدالرحیم قدس اللہ سرہ العزیز کے ساتھ بالعموم عقیدت وارادت رکھتا تھا، جابہ جا ضلع میں، پہاڑ پر، کھادر کے علاقے اور جمنا کی ترائی میں آپ کے خدام اور آپ کے قائم کیے ہوئے مدارس ومکاتب پھیلے ہوئے تھے، حضرت شاہ عبدالرحیم کی وفات کے بعد یہ سب اہل ارادت وتعلق آپ سے مانوس اور متعلق ہوئے، پرانے خدام نے آنا جانا اور ذکر کرنا شروع کیا، ان کی ترغیب یا ان کی صحبت کے اثر سے نئے نئے لوگ بیعت کے لیے آنے لگے، اور بڑی تعداد میں داخل سلسلہ ہونے لگے، آپ علماء وخواص کو بیعت کرنے میں جتنے محتاط اور متأمل تھے، عوام کو اللہ کا نام سکھانے اورتوبہ کرادینے میں نہیں تھے، بعض مرتبہ فرمایا ''یہ لوگ نہایت سادہ طبیعت، مخلص اور سچے ہوتے ہیں ان کی کوئی اورغرض نہیں ہوتی، صرف توبہ کرنا چاہتے ہیں، میں بھی اس خیال سے پس وپیش نہیں کرتا، کہ شاید ان کے خلوص کی برکت سے میری بھی نجات ہوجائے اوران کے ساتھ میں بھی توبہ کرلوں''۔

حضرت کے اخیر زمانے میں لوگ بہت زیادہ آتے تھے، کئی کئی سو کا مجمع ہوتا، تو حضرت کے حکم سے حضرت حافظ عبدالرشید صاحب بیعت وتوبہ کے کلمات کہلواتے تھے۔

خصوصی استفادہ واصلاح

رائے پور کی خانقاہ چونکہ رسوم وقیود سے بہت آزاد اور حضرت کی طبیعت مبارک بہت

جامع، وسیع اور دار وگیر سے بھی دور تھی، نیز مختلف ماحول اور طبقات کے لوگوں کا آپ سے تعلق اور عقیدت، اور آپ کو ان سے محبت تھی، اس لیے مختلف ذوق اور مکاتب فکر، صحیح الخیال علماء، سیاسی رہنما، قومی کارکن، اہل مدارس، اہل قلم وصاحب تصنیف، جدید تعلیم یافتہ اور قدیم مدارس کے فضلاء، اپنی اصلاح وتربیت اور اپنے اپنے خلا کی تکمیل کے لیے حاضر ہونے لگے۔

ان میں بہت سے ایسے تھے کہ عرصے سے دین وعلم دین کی خدمت، اصلاح وتبلیغ، تصنیف وتقریر یا مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی اور قومی خدمت میں مشغول تھے، اور ہندوستان کی علمی یا سیاسی محفلیں ان کی علمی لیاقت، سحر انگیز خطابت، یا مفکرانہ قیادت کی شہرت وآوازہ سے گونج رہی تھیں، اور وہ خود ہزاروں لوگوں کے مرجع اور مرکز عقیدت بنے ہوئے تھے لیکن ان کو خود (اس پوری دینی وعلمی مشغولیت وافادہ کے ساتھ) اپنے اخلاص واخلاق کی تکمیل کے لیے ایک شیخ کامل اور ایک طبیب حاذق کی تربیت وصحبت کی ضرورت محسوس ہوئی اوراس ضرورت کا احساس ان کو کشاں کشاں حضرت کے پاس لایا اور انہوں نے رائے پور پہنچ کر بہ صد شوق وبہ کمال جوش خواجہ حافظ کی زبان میں عرض کیا:

تو کہ کیمیا فروشے نظرے بہ قلب ما کن
کہ بضاعتے نہ داریم وفگندہ ایم دامے

مرض الوفات

جب حضرت آخری مرتبہ پاکستان گئے تو لاہور کے قیام میں کئی بار مرض کا شدید حملہ ہوا، درجہ حرارت بہت بڑھ گیا اور غفلت وغنودگی طاری ہوگئی، کئی کئی روز یہ حالت رہی، خدام پریشان وسراسیمہ ہوگئے، یہاں تک کہ جب حضرت کا مرض انتہا کو پہنچ چکا تھا، حضرت پر استغراق کامل اور انقطاع کل کی کیفیت طاری تھی، زبانی تعلیم وتربیت اور ارشاد واصلاح کا

وقت بہ ظاہر ختم ہو چکا تھا اور صاف معلوم ہو رہا تھا کہ رشد وہدایت کا یہ چراغ اب گل ہونے کے قریب ہے، لیکن حضرت کے پاس مقیم ہر شخص محسوس کر رہا تھا کہ اس انقطاع ومعذوری کے باوجود یہ ماحول کسی کے نفس گرم اور قلب روشن سے گرم اور منور ہے اور پورے ماحول پر سکینت واطمینان کا ایک شامیانہ نصب ہے۔

آخر کار ۱۳۸۱ھجری مطابق ۱۶راگست ۱۹۶۲ء کو جمعرات کے روز، دن کے ساڑھے گیارہ بجے رشد وہدایت کا یہ آفتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

اکثر اہل اللہ کے لیے یہی یوم لقا ثابت ہوا ہے، قیام گاہ پر سناٹا چھا گیا، ہر شخص کو اس نعمت عظمیٰ کے چھن جانے کا اور اپنی محرومی کا احساس ہوا۔

حضرت نے نصف صدی سے زائد مدت مسلسل مجاہدہ، مسلسل خدمت، مسلسل دعوت واصلاح اور مسلسل بے داری روح وقلب میں گزار کر اپنے خالق حقیقی کے دربار میں حاضر ہو کر سکون واطمینان پایا" یَـٰٓأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِىْ فِىْ عِبَادِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ".

لاہور شہر میں بجلی کی طرح خبر پھیل گئی، ریڈیو پاکستان نے لاہور سے اس روح فرسا واقعے کی اطلاع دی، شہر کے کونے کونے سے لوگ آخری زیارت کے لیے ٹوٹ پڑے، چار مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی، اور عین صبح صادق کے وقت تدفین عمل میں آئی، حضرت کی زندگی میں جس جگہ حضرت کی مجلس ہوا کرتی تھی، آج وہیں حضرت کی قبر (کوٹھری) بنی، دفن سے فراغت کے بعد صبح کی اذان ہوئی اور سیکڑوں میل سے آئے ہوئے خدام، نماز پڑھ کر بادیدہ تر رخصت ہوئے۔

امتیازی خصوصیات

مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر اور دینی وسیاسی، قومی رہنماؤں اور اہل علم وقلم حضرات

کا اپنا مرشد ومربی بنانا، اس وجہ سے تھا کہ حضرت میں کچھ ایسی امتیازی خصوصیات تھیں جو دوسری جگہ نایاب نہیں تو کم یاب ضرور تھیں، چند قابل ذکر خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

آپ کے یہاں قرآن مجید سے شغف اور اس کی تلاوت کا خاص اہتمام تھا، محبت رسول اور صحابہ کرام سے تعلق ومحبت، اپنے شیخ سے اور اکابر سے خصوصی تعلق حد درجہ تھا، بے نفسی، وفنائیت، زہد وتوکل اور بذل وسخا، آپ کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی، نومسلموں سے خصوصی تعلق اور شفقت آپ کا امتیاز خاص تھا، حقیقت پسندی اور حالات سے باخبری اسلام کی فکر مندی اور مسلمانوں کے لیے دل سوزی آپ کا رات دن کا مشغلہ تھا۔

اگر کوئی شخص بلند اخلاق، شفقت وعاجزی، مسکینی وانکساری، کمالات کا اخفاء، تسلیم وتوکل ورضا وسخاوت وغیرہ کو مجسم دیکھنا چاہے تو مجموعہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے اور ہم سیہ کاروں کو بھی حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق وہمت عطا فرمائے اور آخرت میں عاقبت محمود کر دے۔

عالم ربانی

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائپوریؒ

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ

تمہید

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوری قدس سرہ راہ سلوک وطریقت اور شریعت کے وہ عظیم شخصیت تھے، جنہوں نے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ کی ذات قدسی صفات میں اپنے آپ کو فنا کرکے آپ کی نسبت جامعہ کو بڑی عمدگی سے پوری طرح جذب کیا ہے، آپ کے جوہر قلب میں بچپن سے مشائخ کرام کی جو محبت قویہ پیدا ہوئی تھی، اس کے اثرات نے آپ کی ذات میں بڑی اونچی استعداد پیدا کردی، اس لئے آپ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے وصال (۱۹۶۲ء) کے بعد آپ کے جانشین ہوئے۔

آپ کی ولادت وتعلیم تربیت

حضرت شاہ عبدالعزیزی رائے پوری قدس سرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے نواسہ حقیقی تھے، آپ کا آبائی وطن گمتھلہ ضلع انبالہ (موجودہ یمنانگر، ہریانہ) ہے، آپ کی ولادت ۱۰ رجمادی الاولی ۱۳۲۳ھ بمطابق ۱۶ م جولائی ۱۹۰۵ء بروز جمعہ کو ہوئی، آپ نے ولادت کے بعد جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ انتہائی پاکیزہ اوراونچی نسبتوں کا حامل تھا، آپ کے والد گرامی حضرت چوہدری تصدق حسین رحمتہ اللہ علیہ امام ربانی حضرت گنگوہی قدس سرہ سے بیعت اور انتہائی ذاکر شاغل اور دینی فہم وبصیرت کے حامل تھے، آپ کا نام عبدالعزیز حضرت اقدس گنگوہی کے ایماء پر حضرت عالی رائے پوری نے تجویز فرمایا اوراپنی توجہات قلبیہ سے مستفید فرمایا۔

قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد رائے پور میں آپ کا قیام رہا، اس دوران حضرت شیخ الہند قدس سرہ کی نوازشات قلبیہ سے بھی آپ کو سیرابی کا موقع ملا، اسی طرح جب مدرسہ مظاہر علوم میں داخل ہوئے تو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ کے ہاں آپ کی تعلیم وتربیت کا اہتمام ہوا، ان کی شفقتیں بھی بے پایاں رہیں، چنانچہ آپ نے ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۴ء کو ظاہری تعلیم سے فراغت حاصل کی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے کئی سالوں کے بعد دورۂ حدیث شریف کی کلاس آپ کی وجہ سے لی اور آپ کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم مکمل کروائی۔

حضرت عالی رائے پوری کی آپ پر توجہ

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نے اپنے آخری ایام میں آپ پر خصوصی توجہ فرمائی، انہی دنوں میں حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری نے حضرت رائے پوری کی بڑی خدمت کی اور کئی مرتبہ قرآن مجید بھی خوب سنائے، آخر زمانہ میں حضرت رائے پوری بیماری اور کمزوری کے سبب اکثر قرآن کریم کی تلاوت کی سماعت کیا کرتے تھے، رمضان اور غیر رمضان میں یہی معمول تھا، حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری نے بڑی ہمت واستقلال سے مسلسل اور روانی کے ساتھ آپ کو متعدد مرتبہ قرآن کریم سنایا، اور اس دوران حضرت رائے پوریؒ پوری طرح آپ کی طرف متوجہ رہتے تھے، حتی کہ آپ کے جوہر قلب میں جذبہ صادقہ کی اس بلند نسبت کو راسخ کر دیا، جو قرآن کے فیضان سے حاصل ہوتی ہے اور قرآنی انقلاب کے اساسی فکر وعمل کو آپ کے جذبۂ قلبی میں اس طرح پیوست کر دیا کہ وہ سلسلہ کے مشائخ کی نسبتوں کا امین بن گیا۔

نسبت کی تکمیل

حضرت رائے پوری قدس سرہ نے حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری کو جاذبہ حق کی

طرف کھینچ کر اپنی زندگی میں ہی آپ کی نسبت کی تکمیل کر دی تھی، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نے حضرت مولانا سعید احمد رائے پوری کو مخاطب کر کے فرمایا: ''تمہارے ابا جان کی نسبت کی تکمیل تو حضرت رائے پوری قدس سرہ ہی کر گئے تھے''۔

اسی طرح جب حضرت رائے پوری کا وصال ہوا تو حضرت منشی رحمت علی صاحب نے حضرت بہاول نگری اور حضرت رائے پوری ثانی کے سامنے تجویز رکھی کہ: ''حضرت صاحبزادہ صاحب مولانا عبدالعزیز کی نسبت کی تکمیل تو حضرت رائے پوری قدس سرہ کر گئے ہیں، لہٰذا ان سے یہ کام لینا چاہئے'' جب اس تجویز کا علم حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری کو ہوا تو آپ نے ان حضرات کے پاؤں پکڑ لئے اور انتہائی مودبانہ انداز میں ان سے درخواست کی کہ: ''میں کچھ بھی نہیں ہوں، میں تو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کا ایک خادم بن کر رہنا چاہتا ہوں''۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کی خدمت میں

اس طرح باوجود نسبت کے حصول کے آپ نے مسلسل ۴۵؍ سال حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خادم کی حیثیت سے امور سرانجام دئے اور ایسی خدمت کی کہ اس کی مثال نہیں ملتی، حضرت رائے پوری کے وصال کے بعد ابتدائی چھ سال تک حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کا قیام حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری کے پاس مدرسہ مظاہر علوم کے دارالاقامہ کے کمرہ میں یا پھر گمتھلہ میں ہوتا تھا، رائے پور میں آپ صرف حضرت رائے پوری کے مزار پر تشریف لے جایا کرتے تھے، باقی زیادہ وقت حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری کے پاس گزرتا تھا، یا ان کی معیت میں بہٹ میں حضرت شاہ زاہد حسین صاحب، یا کھیڑی میں راؤ ناظر حسن صاحب کے یہاں قیام ہوتا تھا۔

خانقاہ کی نئی عمارت اور اس کا انتظام

حضرت رائے پوری قدس سرہ کے بعد کے سالوں میں حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی خانقاہ کا پورا اہتمام کرنا اور مہمانوں کی خدمت کرنا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی پوری ذمہ داری تھی، حتی کہ آپ نے چوہدری محمد صدیق صاحب کو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کی یہ بات بار بار یاد کرائی کہ ''رائے پور میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے لئے خانقاہ کے دو کمرے تعمیر کرا دینا''۔

حضرت کے توجہ دلانے سے چودھری صاحب نے باغ میں حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے لئے خانقاہ کی نئی عمارت تعمیر کرائی، اور جب تعمیر کے بعد اس کو آباد کرنے کا وقت آیا اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کا قیام نئی خانقاہ میں ہوا تو انہی دنوں میں آپ کی دوسری شادی ہوئی تھی، چنانچہ آپ نے اپنی اہلیہ کے جہیز کا تمام سامان خانقاہ میں لا کر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے سپرد کر دیا، اور تمام برتن، چارپائیاں اور بستر وغیرہ اس خانقاہ میں مہمانوں کے لئے استعمال ہوتے رہے، ابتداء میں جب کہ ابھی حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی طرف کثرت سے لوگوں کا رجوع نہ ہوا تھا، آپ نے ہر طرح سے خدمت سرانجام دی۔

اسفار میں معیت

یہ تو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے دور کے ابتدائی سالوں کا معاملہ ہے، اس عرصہ میں آپ حضرت رائے پوری کی معیت میں مسلسل اسفار میں رہے، پھر جب کثرت سے لوگوں کا رجوع حضرت رائے پوری کی طرف ہوا تو اس زمانہ میں بھی ساتھ رہا کرتے اور ہر خدمت بجالاتے، تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں سرگودھا

میں قیام کے باوجود آپ کا یہ خادمانہ تعلق اور عشق محبت کا رشتہ جاری رہا۔

القائے نسبت اور مشابہت تامہ

اس خدمت، محبت اور عشق کے تعلق نے انتہائی ترقی کی، حتی کہ جس نسبت کی تکمیل حضرت رائے پوری قدس سرہ کی تھی، اس میں پختگی اور رسوخ کا یہ عالم ہوا کہ آپ اپنے دونوں مشائخ کی مجسم تصویر بن گئے، ان مشائخ نے آپ کے قلب وقالب اور دماغ کو ہی تبدیل نہیں کیا بلکہ چہرہ مہرہ اور ظاہری عادات واطوار بھی بدل دئے اور یوں آپ اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی مکمل مشابہت اختیار کر گئے، چنانچہ یہ بات تمام دینی حلقوں میں مشہور ہوگئی کہ ''القائے نسبت'' سے ظاہری شکل وصورت میں تغیر وتبدل کی زندہ مثال اگر کسی کو دیکھنی ہو تو حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری کو دیکھ لیا جائے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے جانشین

الغرض حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہ نے ہوش سنبھالنے کی بعد تقریباً دس بارہ سال حضرت رائے پوری قدس سرہ کی خدمت کی اور صحبت اٹھائی اور آپ کی وقاد طبیعت نے اپنے نانا کے فکر وعمل اور جہد وکردار کا پوری طرح مشاہدہ کیا، اور اسے اپنے مزاج اور طبیعت کا حصہ بنایا اور اور پھر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کی ۴۵ سال تک خدمت کی اور انتہائی دلجمعی کے ساتھ آپ کی صحبت میں رہے، یوں خانقاہ رائے پور کا پورا مزاج آپ کی ذات میں منتقل ہوگیا اور آپ حقیقی معنوں میں حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے جانشین قرار پائے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری نے اپنے شیخ حضرت رائے پوری قدس سرہ کے وصال (۱۹۶۲ء) کے بعد تقریباً تیس سال تک جس ضبط تحمل بردباری اور

تدبر وفراست کے ساتھ اس سلسلہ رائے پور کے جامع فکر وعمل اور بہترین جہد وکردار کو محفوظ رکھا اور سرمو انحراف نہ ہونے دیا، وہ آپ جیسی عظیم شخصیت کا امتیازی وصف ہے، بلاشبہ آپ نے انتہائی نامساعد حالات، پریشان کن ماحول اور مفاد پرستی کے دور میں اپنی ذمہ داریوں کو بڑے سلیقہ اور بصیرت سے پورا فرمایا۔

خانقاہ رحیمیہ رائے پور کی جامعیت

خانقاہ رحیمیہ رائے پور کا جو مزاج گزشتہ مشائخ رائے پور کے حوالے سے ایک تسلسل کے ساتھ چلا آ رہا تھا، اس میں دین اسلام کے تمام شعبوں شریعت، طریقت اور سیاست میں، نگرانی اور سرپرستی فرمانا تھا، حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہ نے بھی اپنے مشائخ کرام کے مزاج کے مطابق ان تینوں شعبوں میں بڑی جامعیت کے ساتھ تربیت فرمائی، انتہائی تدبر کے ساتھ اور پورے فہم وفراست کے ساتھ سرپرستی فرمائی، حقیقت یہ ہے کہ جو مزاج خانوادۂ ولی اللہی اور ان کے سلسلہ کے مشائخ ''گنگوہ'' اور ''رائے پور'' کا رہا ہے، اس کا پورا پورا عکس حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہ کی ذات قدسی صفات میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مدارس ومراکز علمیہ کی سرپرستی

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہ العزیز نے دین اسلام کے دیگر شعبوں میں کام کرنے والوں کی سرپرستی کے ساتھ، شریعت کی حفاظت کے لئے جو دینی تعلیم وتعلم کے مراکز اور مدارس دینیہ مخلصانہ طور پر کام کر رہے ہیں، ان کی بھی صحیح معنوں میں سرپرستی فرمائی، چنانچہ وہ مراکز دینیہ جو اکابرین نے قائم کئے اور اب بھی صحیح معنوں میں کام کر رہے ہیں، آپ ان کے سرپرست رہے ہیں، لیکن نئے مدارس کے قیام

میں آپ کی جانب سے اس بات کی تنبیہ کی جاتی رہی کہ چندہ کے سلسلہ میں آج کل جو بے احتیاطی کی جاتی ہے یا کام کرنے والے بجائے اخلاص سے کرنے کے، اس کو کاروبار کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، آپ ایسے لوگوں کے بارے میں بڑی سختی فرماتے تھے، آپ کے حلقہ مریدین میں اول تو اس طرح کی صورت ہوئی نہیں لیکن چندہ کے معاملہ میں اگر کہیں بھی بے احتیاطی کی جاتی تو آپ بڑی سخت تنبیہ فرماتے تھے۔

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی سرپرستی

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے حضرات سرپرستان میں ۱۹۴۰ء میں آپ کا تقرر ہوا تھا، اور باقاعدہ طور پر ۱۹۴۷ء تک مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے سرپرست کی حیثیت سے آپ نے کام کیا، اس دوران بحیثیت سرپرست آپ نے شعبہ مالیات اور دیگر امور میں نگرانی کے فرائض سرانجام دیئے، اس کی کچھ تفصیل ''تاریخ مظاہر'' میں موجود ہے۔

۱۹۴۷ء میں پاکستان آنے کے بعد اگرچہ باقاعدہ طور پر آپ سرپرست نہ رہے، لیکن آپ کی قلبی توجہات اور مفید مشاورت کا سلسلہ اسی طرح اپنے مرکز علمی کی طرف رہا۔

دارالعلوم دیوبند کے لئے مشاورت

جتنے اسفار آپ کے پاکستان سے ہندوستان میں ہوئے، اس میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داران ''رائے پور'' تشریف لاتے رہے اور ان مراکز دینیہ کی صورت حال پر مشاورت کا عمل ہوتا رہا، بالخصوص حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند ہر سفر میں رائے پور تشریف لاتے اور کبھی آپ دیوبند تشریف لے جا کر حضرت قاری صاحب سے ملاقات فرماتے، اور چند ضروری امور پر مشاورت کے سلسلہ میں دونوں حضرات کی مراسلت بھی ہوئی، جو محفوظ ہے۔

۱۹۷۰ء کے ایک سفر میں ایک دفعہ حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند رائے پور حضرت کی خدمت میں تشریف لائے اور آپ کو دارالعلوم میں قیام کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: ''حضرت مدنی کے وصال کے بعد دیوبند میں تعلیم کا سلسلہ تو باقی ہے؛ لیکن تربیت وتزکیہ اور باطنی اصلاح کا سلسلہ ختم ہوتا جارہا ہے، آپ دیوبند قیام فرمائیں تاکہ بزرگوں کی تربیت کی یاد تازہ ہوجائے''۔ حضرت رائے پوری نے حضرت قاری صاحب کی دعوت قبول فرمائی اور دیوبند میں کچھ عرصہ قیام فرمارہے، اسی طرح حضرت ہندوپاکستان میں بہت سے مدارس کی سرپرستی فرمائی۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کا طریقہ سلوک واحسان

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوری قدس سرہ نے اپنے مشائخ کے قدم بقدم جہاں دین اسلام کے شعبہ سیاست اور شریعت میں انتہائی تدبر اور دینی فراست کے ساتھ تربیت، نگرانی اور سرپرستی فرمائی ہے وہاں شعبہ طریقت وسلوک واحسان میں بھی ایک اعلی نمونہ پیش کیا ہے، ضبط وکتمان نے اگرچہ آپ کے باطنی کمالات کو ظاہر نہ ہونے دیا، لیکن آپ کی آغوش تربیت میں جن حضرات نے پرورش پائی ہے، کچھ انہی کا دل کسی درجہ میں آپ کے بلند مرتبہ کا اندازہ لگاسکا ہے۔

نقشبندی بزرگوں کا اعلی معیار

حقیقت یہ ہے کہ جن حضرات نے مخلصانہ طور پر اپنے آپ کو آپ کے سپرد کردیا، آپ نے انہیں ایسے پوشیدہ راستہ سے منزل مقصود پر پہنچایا کہ انہیں پتہ بھی نہیں چلا، اور وہ منزل پر بھی پہنچ گئے، بلاشبہ آپ نے نقشبندی بزرگوں کے اعلی معیار کو بڑے خوبصورت اسلوب میں ایک نیا رخ دیا ہے، وہ حضرات جنہوں نے آپ کی صحبت کا ذائقہ چکھا ہے وہ اس کی

شیرینی اور مٹھاس کی لذت اور ٹھنڈک کو آج بھی محسوس کرتے ہیں۔

آپ کی نورانیت اور اثر آفرینی

آپ کی مجلس سے فیض یاب اور آپ کی زیارت سے برکات حاصل کرنے والے ایسے ہزاروں انسان ہیں جنہیں آپ کے پروقار اور خوبصورت چہرہ کی نورانیت اور اثر آفرینی آج تک نہیں بھول رہی، ایک بڑی تعداد میں ایسے حضرات ہیں جو آپ کے قلب ذکیہ اور انفاس طیبہ سے گرمی پاکر باطنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے اور سیدھی راہ پر گامزن ہوئے، آپ کی باطنی توانائی نے سچے طالبین کے قلوب کے جھاڑ جھنکار کو صاف کرکے محبت الٰہی اور عشق خداوندی کا ایسا نشہ پلایا جس کی لذت وہ ہمیشہ اپنے دلوں کے نہاں خانوں میں محسوس کرتے رہیں گے۔

قوی التاثیر اور تیز نظر بزرگ

آپ کے قلبی نورانیت اور صفائے باطن نے بڑے بڑے حضرات کے قلوب پر ایسے گہرے نقوش چھوڑے کہ ان کی زندگی کا رخ بدل گیا اور انہیں آپ کے چہرۂ انور اور باطنی نورانیت میں ایسی جاذبیت اور کشش محسوس ہوئی کہ جو کبھی ختم ہونے میں نہ آئی، چنانچہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ (جو خود صاحب نسبت واخلاص لوگوں میں سے تھے) کا یہ جملہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

''میں نے اپنی زندگی میں اتنا قوی التاثیر اور اتنا تیز نظر بزرگ نہیں دیکھا''۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس قلبی تاثر کی وجہ سے اپنے تمام متعلقین واحباب کو حضرت رائے پوری سے بیعت کرایا، بالخصوص اپنے محبوب ترین، قابل ترین، بااعتماد شاگرد اور داماد حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہید کو تربیت باطنی کے لئے حضرت

رائے پوری کے سپرد فرمایا اور مولانا شہید سے فرمایا کہ آپ حضرت رائے پوری قدس سرہ سے بیعت ہو جائیں کہ میں نے آج تک اتنا قوی التاثیر بزرگ نہیں دیکھا، ایک طرف حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا مشورہ تھا اور دوسری طرف حالت یہ تھی کہ مولانا شہید کا بیان ہے کہ ''میں نے جس روز حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کو دیکھا تھا اسی دن ان کا غلام بے دام ہو گیا تھا''۔

چنانچہ حضرت بنوری کے مشورہ اور اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر مولانا شہید حضرت رائے پوری سے بیعت ہو گئے، اس پر حضرت بنوری کے تأثرات بیان کرتے ہوئے، مولانا شہید فرماتے ہیں کہ: ''حضرت مولانا بنوری کو جب میرے بیعت ہونے کا علم ہوا تو بڑے خوش ہوئے، میں نے اپنی زندگی میں حضرت مولانا بنوری کو جتنا حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہ سے متأثر دیکھا، اتنا کسی سے متأثر نہیں دیکھا، جس قدر ان کی مدح سرائی اور تکریم کرتے تھے، اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، خود صاحب بصیرت تھے اور اصحاب بصیرت کی قدر کرنا وہی جانتے تھے''۔

آپ کی توجہ بڑی پراثر تھی

حضرت مولانا شہید حضرت سرہ سے بیعت ہونے کے بعد آپ کی محبت اور تربیت کے انداز کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''واقعی ایسے قوی التاثیر اور اونچے بزرگ تھے کہ انہوں نے مقناطیس کی طرح اپنی طرف جذب کر لیا، ان کی محبت بھی نرالی تھی، ان کا انداز بھی پیارا تھا، ان کی خاموشی بھی وعظ و نصیحت سے زیادہ اثر انگیز اور ان کی توجہ بھی بڑی پراثر، پرکیف اور تیز تر تھی''۔

چنانچہ حضرت رائے پوری قدس سرہ جب بھی کراچی تشریف لے جاتے اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری میں قیام ہوتا، تو جامعہ کا ماحول ایک خانقاہ کی طرح دکھائی دیتا اور کیوں نہ

ہو جہاں شیخ رائے پور موجود ہیں، وہیں خانقاہ ہے، چنانچہ جامعہ علوم اسلامیہ میں آپ کے ایک ایسے ہی قیام کے بارے میں حضرت مولانا شہید بتاتے ہیں:

''ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لائے اور جامعہ میں ہی قیام فرمایا، ذکر واذکار کی ایسی بہار آئی کہ جو ناقابل بیان ہے، وہ انوارات کی بارش، وہ تجلیات کی ضیاء پاشیاں، وہ اللہ والوں کی نشست و برخاست، وہ صالحین و اولیاء کا صبح و شام یکجا ہونا اور علماء مشائخ کا دو زانو بیٹھنا اور خاموش مجلس سے مالا مال ہو کر اٹھنا آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے''۔

چنانچہ حضرت رائے پوری نے حضرت مولانا شہید کی سچی طلب اور تڑپ دیکھ کر ایسی تربیت فرمائی کہ ان کے علم و فضل میں نکھار پیدا کر دیا اور عبودیت اور للّٰہیت کے اونچے مقام پر پہنچا دیا، چنانچہ حضرت مولانا شہید کا بیان ہے:

''ان حضرات نے میرے رگ و پے میں وہ علم و عمل اور للّٰہیت بھر دی، جس نے مجھے سچے علم و عمل کی راہ سمجھائی، عبودیت کی حقیقت آشکارا کی اور عبداللہ بننے کا ایسا سبق دیا کہ جس نے میرا سب کچھ بدل کے رکھ دیا، اللہ تعالیٰ رحمت برسائے ان روحوں پر جو واقعی انبیاء کرام علیہم السلام کے سچے وارث، علوم نبوت کے حقیقی حامل اور شریعت مطہرہ کے عامل تھے، جن کو دیکھ کر خدا یاد آیا کرتا، جن کی باتیں دل پر اثر کرتیں، جن کی نظر مردوں کو مسیحا بنایا کرتی تھی''۔

حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہید اکیلے وہ فرد نہیں جو قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری کی توجہات باطنی اور قوت جذب و نظر کی تاثیر سے گھائل ہوئے ہوں، بلکہ ہندوستان و پاکستان کے بہت سے محقق علماء کرام، سچی طلب رکھنے والے تشنگان ہدایت آپ کی قوت جاذبیہ حق سے پھوٹنے والے فیضان قلبی کے انوارات سے اپنی اپنی استطاعت اور ظرف کے مطابق فیضیاب ہونے والے ہیں۔

تربیت وتزکیہ کے لئے طویل اسفار

تربیت وتزکیہ کے لئے آپ نے پاکستان کے مختلف شہروں اور صوبوں کے طویل اسفار کئے، قریباً ہر شہر میں آپ کی ذات سے فیض حاصل کرنے والے آموجود ہوتے بلکہ آپ کے سفر کے منتظر رہتے تھے، جب بھی آپ کی صحبت سے استفادہ کا موقع ملتا، اس سے مستفید ہوتے، اس طرح پورے پاکستان میں آپ کا فیض جاری رہا۔

پاکستان کے علاوہ آپ ہندوستان میں بھی اپنے متوسلین اور متعلقین کی تربیت کے لئے سفر فرماتے رہے، چنانچہ ۱۹۷۰ء سے قبل ہر دوسرے تیسرے سال آپ کا ہندوستان سفر ہوتا رہا، اور رائے پور میں قیام رہتا تھا، اس کے علاوہ دیوبند، سہارنپور، دہلی، مرادآباد اور سنبھل وغیرہ شہروں میں بھی سفر رہا کرتے، ۱۹۷۰ء کے بعد ویزہ وغیرہ کی پابندیوں کی وجہ سے کافی عرصہ تک آپ کا ہندوستان سفر نہ ہوسکا، اپنی زندگی کے آخری پانچ چھ سالوں میں آپ کو جیسے ہی ویزہ ملا، یکے بعد دیگرے جلد جلد سفر ہوتا رہا، ۱۹۸۸ء میں رائے پور میں طویل قیام ہوا، اس قیام میں ہزاروں لوگ آپ کے فیضان سے مستفید ہوئے۔

رائے پور میں عوام وخواص کا رجوع

رائے پور میں بڑا عجب سماں ہوتا تھا، روزانہ ہزاروں لوگ آپ کی زیارت کے لیے تشریف لاتے اور آپ کے فیض سے مالا مال ہوتے تھے، انسانیت دوستی کا سبق حاصل کرتے تھے، عوام تو بڑی کثرت سے آتے ہی تھے، تمام مراکز دینیہ اور مسلم قومی راہنما بھی ملاقات وزیارت کے لئے تشریف لاتے رہے ہیں، چنانچہ جانشین حضرت مدنی حضرت مولانا سید اسعد مدنی، حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا رشید الدین صاحبؒ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد، حضرت مولانا محمد طلحہ

صاحب صاحبزادہ و جانشین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب امیر تبلیغ جماعت مرکز نظام الدین دہلی، وغیرہ حضرات وقتاً فوقتاً حضرت رائے پوری سے ملاقات اور زیارت کے لئے تشریف لاتے رہے ہیں۔

فرشتوں کی منادی

حضرت مولانا سعید خان صاحب نے رائے پور میں لوگوں کی کثرت ہجوم کو دیکھ کر فرمایا: ''معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے منادی کردی ہے کہ اللہ کا ایک نیک بندہ یہاں آیا ہوا ہے، اسی لئے یہ مخلوق خدا بڑے جذبہ اور شوق سے یہاں آرہی ہے، ہم تو تاریخیں رکھ کر پانچ پانچ، چھ چھ ماہ اجتماع کی تیاریاں کرتے ہیں اور پھر بھی اتنا بڑا مجمع نہیں ہوتا اور حضرت بیماری کی وجہ سے نہ چلتے پھرتے ہیں، اور نہ کہیں آجاسکتے ہیں پھر بھی لوگون کا اس قدر مجمع جمع ہوجاتا ہے، یہ اللہ کی طرف سے ہی ہے'' ان آخری سالوں میں ہندوستان میں آپ سے بہت حضرات مستفید ہوئے اور عمومی طور پر لوگوں کے قلوب میں آپ کی زیارت سے خدا کی یاد پیدا ہوئی اور انسانیت دوستی کا جذبہ ابھرا۔

آپ کے فیض یافتگان

الغرض حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوری قدس سرہ نے تقریباً تیس سال تک اپنے فیض سے ایک عالم کو مستفید فرمایا، دین اسلام کے تمام شعبوں میں آپ کا فیض جاری رہا، آپ سے فیض حاصل کرنیوالے حضرات بہت ہیں، جنھوں نے آپ کی حرارت قلبی سے اپنے قلوب میں دین مستقیم کی روشنی حاصل کی اور کامیاب وکامران ہوئے۔

آپ کے جانشین

حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوری کی ذات قدسی صفات سے فیض

اخذ کرنے والے حضرات بہت ہیں، لیکن وہ شخصیت جس نے اپنے بچپن سے لیکر اپنی عمر کے تقریباً ۶۰ رسال تک اپنے والد ماجد کی صحبت میں بسر کئے، اوران سے فیض حاصل کیا، وہ آپ کے بڑے بیٹے حضرت مولانا شاہ سعید احمد صاحب رائے پوری تھے، آپ کو حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری نے ۱۹۵۰ء میں خلافت سے سرفراز فرمایا تھا، پھر ۱۹۸۸ء میں حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری نے آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

ہندوستان کا آخری سفر اور رائے پور کا رمضان

آپ نے اپنی زندگی میں رائے پور کا آخری سفر ۲۶ رفروری ۱۹۹۲ء مطابق ۲۲ رشعبان ۱۴۱۲ہجری میں کیا، ۲۸ رفروری بروز جمعہ صبح آپ دہلی سے رائے پور پہنچے، اس کے بعد رمضان شریف ۱۴۱۲ہجری رائے پور میں ہوا اور یوں آپ نے اپنی زندگی کا آخری رمضان رائے پور میں کیا جیسا کہ آپ کے شیخ محترم حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کا بھی آخری رمضان المبارک رائے پور میں ہوا تھا، چنانچہ طالبین وسالکین نے پورا ماہ مبارک آپ کی صحبت میں قیام کیا اور آپ کی توجہات عالیہ سے مستفید ہوئے اور منازل سلوک طے کیں اور عوام وخواص زیارت اور ملاقات کے شرف سے باریاب ہوکر اپنی تشنگی بجھاتے رہے۔

مرض الوصال اور پاکستان میں زندگی کے آخری ایام

اگرچہ آپ کا مرض، انتقال سے تقریباً سات سال قبل فیصل آباد (پاکستان) میں قیام کے دوران ۱۹۸۵ء میں شروع ہوگیا تھا اور مسلسل سات سال آپ کا مرض جاری رہا، یوں اپنے شیخ محترم حضرت رائے پوریؒ کی طرح سات سال بیمار رہے، لیکن رائے پور کے آخری سفر میں رمضان المبارک میں آپ پر مرض کا شدید حملہ ہوا اور ڈاکٹروں نے تشویش کا اظہار کیا، اس کے بعد طبیعت خاصی سنبھل گئی، اسی وجہ سے پاکستان واپسی کا سفر ممکن

ہوا، پاکستان تشریف لانے کے بعد کل ۱۴۱ ردن آپ کا زمانہ حیات رہا، سرگودھا پہنچ کر طبیعت میں خاصی بے چینی پیدا ہوگئی اور دن بدن تکلیف میں اضافہ ہوتا گیا، بات چیت بالکل بند ہوگئی، ہر وقت استغراق کی کیفیت رہنے لگی، جیسے جیسے طبیعت خراب ہوتی گئی اور مرض کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا ایسے ہی غنودگی اور رجوع الی اللہ کی کیفیت بڑھتی گئی، البتہ نمازوں کے اوقات میں آپ نماز کے لئے اہتمام کرنے کا حکم دیتے رہے، بالآخر ۳۱ رمئی ۱۹۹۲ء اتوار اور پیر کی درمیانی شب مرض نے خاصی شدت اختیار کر لی، قلب پر بڑا اثر تھا، سانس پھول گیا، ڈاکٹروں نے بڑی ہمت سے علاج شروع کیا لیکن طبیعت دن بدن گرتی چلی گئی، چنانچہ یہ فیصلہ ہوا کہ آپ کو لاہور منتقل کر دیا جائے۔

زندگی کا آخری دن اور وصال وتدفین

سرگودھا میں علاج کے دوران جب آپ کی طبیعت سنبھل نہ پائی تو ڈاکٹروں کے مشورہ کے مطابق ۲ راور ۳ رجون کے درمیانی شب آپ کو سرگودھا سے لاہور منتقل کر دیا گیا، صبح ۵ ر بجے میو ہسپتال کے انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں آپ کو داخل کرادیا گیا اور ماہر ڈاکٹروں کے ایک پینل نے آپ کے علاج شروع کیا، لیکن طبیعت سنبھل نہ سکی اور بالآخر جمعرات کی شب سوا نو بجے مورخہ ۳ رجون ۱۹۹۲ء مطابق ۲ رذی الحجہ ۱۴۱۲ھ کو آپ نے اس دار فانی سے انتقال فرمایا اور واصل بحق ہوئے، اور آپ کی پہلی نماز جنازہ سرگودھا میں ہوئی، دوسری نماز جنازہ لاہور میں ہوئی، تیسری نماز جنازہ دہلی میں ہوئی، اور چوتھی نماز جنازہ رائے پور میں حضرت مفتی مظفر حسین صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور نے پڑھائی، اور حضرت کے نانا حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے برابر میں تدفین ہوئی۔

غفراللہ لہ ورفع درجاتہ فی جنات النعیم

داعی الی اللہ، ناشر رشد وہدایت

حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائپوریؒ

حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ

تمہید

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ ہر دور اور ہر زمانے میں ایسے نفوس قدسیہ، اصحاب قلوب، اصحاب دعوت وعزیمت، اہل اللہ، اصفیاء واتقیاء، مقبولین بارگاہ الٰہی، مجاہدین فی سبیل اللہ، مجتہدین فی الدین والعلم، اساتذہ کاملین، مجددین ومصلحین، مصنّفین وکبار محققین، صاحب ایثار وزہد ومجاہدہ، عارفین ومشائخ اور علماء ربانی پیدا کرتا رہا ہے، جو انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والتسلیم کی طرح دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں، اور زندگی کے مختلف شعبوں، عبادات، معاملات، معاشرت وغیرہ کے متعلق اللہ ورسول کے احکام امت کو بتلاتے اور حلال وحرام کے بارے میں ان کی رہنمائی کرتے رہے ہیں، جن کی فکر وتوجہ کا خاص نشانہ اور موضوع قلوب کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ ربط وتعلق ہونا ہے، جس کو کتاب وسنت کی زبان میں اخلاص واحسان کہا جاتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں بھی ایسی ہی ایک شخصیت، داعی الی اللہ، ناشر رشد وہدایت حضرت الحاج حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری کو پیدا فرمایا، جن کی تربیت وقت کی مشہور شخصیت عارف باللہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کی آغوش میں ہوئی، اس مضمون میں حضرت حافظ صاحب کے مختصر حالات اور ان کی دینی وروحانی خدمات پر روشنی ڈالی جارہی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اپنے پاک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پیدائش اور نام ونسب

حضرت الحاج حافظ عبدالرشید صاحب حضرت ملاجی عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ (خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ) کے گھر میں ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے، آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے، حضرت حافظ عبدالرشید صاحب بن حضرت ملاجی عبدالعزیز صاحب بن فوجدار خان بن محمد یار خاں بن محمد رستم خان بن غلام مرتضی خان بن محمد مہتاب خان بن محمد وہاب خان بن بھیکن خان بن راؤ بہادر خان بن غازی خان بن ہمت خان بن شیخ چند خان، اس طرح حضرت حافظ صاحب شیخ چند کی بارہویں پشت میں ہیں، شیخ چند اور ٹیک چند دو حقیقی بھائی تھے، ٹیک چند کافر ہی رہا، البتہ شیخ چند نے (۱۴۲۲ بکرمی سمت) ۱۳۶۵ء مطابق ۷۸۶ھ میں مذہب اسلام قبول کرلیا تھا، رائے پور کا راجپوت خاندان شیخ چند ہی کی اولاد ہے۔

آپ کے والد ماجد کے حالات کی ایک مختصر سی جھلک

حضرت حافظ صاحب کے والد ماجد حضرت ملاجی عبدالعزیز صاحب حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ کے سب سے بڑے معاون اور آپ کے اجل خلفاء میں سے تھے، یہاں تک کہ حضرت شاہ صاحب کے مجاہدوں کے زمانہ میں بھی ساتھ رہے، سفر حج میں بھی ساتھ گئے، اس طرح سے تقریباً چالیس سال حضرت شاہ صاحب کے ساتھ رہے ہیں، اور تحریک شیخ الہند کے خزانچی بھی رہے ہیں، حضرت ملاجی حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کے زمانے میں خانقاہ رائے پور کے اس کمرے میں رہے، جہاں اس وقت خانقاہ اور مدرسے کا دفتر ہے، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب نے جو مدرسہ ۱۳۰۸ھ میں خانقاہ میں قائم کیا تھا، حضرت شاہ صاحب کی وفات کے بعد ختم ہوگیا تھا، حضرت ملاجی نے اس کو از سر نو شروع کیا، اور تیرہ سال تک مدرسے کے

کاموں کو بحسن وخوبی انجام دیا، حضرت ملاجی نے بہت سی جگہوں پر دینی مدارس بھی قائم فرمائے، اس طرح حضرت ملاجی نے دینی وروحانی خدمات انجام دیں، حضرت ملاجی کی طبیعت میں نرمی، اور بے انتہا صبر وتحمل تھا، نورانی چہرہ کی وجہ سے بہت پروقار اور بڑے ذی وجاہت معلوم ہوتے تھے، نماز میں حد درجہ خشوع وخضوع تھا، غرضیکہ حضرت ملاجی کے بہت اونچے حالات تھے، فنافی اللہ وفنافی الرسول کے درجہ پر فائز تھے، جب وفات ہوئی تو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت ملاجی کے یہاں ایک ہی اولاد حضرت حافظ صاحب تھے، الغرض حضرت ملاجی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے پیر بھائی تھے اور دونوں میں محبت وعقیدت بھی بہت زیادہ تھی، اس لیے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کی بھی توجہات آپ کو بہت ہی حاصل رہیں۔

حافظ صاحب کی تعلیم وتربیت

حضرت حافظ صاحب نے جب ہوش سنبھالا، کچھ وقت کھیل کود میں گزارا، پھر جلد ہی آپ کو پڑھنے کے لیے بٹھا دیا گیا، چنانچہ آپ نے قاعدہ نورانی خورد وکلاں میاں ظہور علی صاحب پرتاب پوری ضلع بلند شہر سے پڑھا، اور پارۂ عم حافظ سعادت علی نوشیرواں ضلع سہارنپور سے پڑھا، ختم قرآن شریف حافظ الٰہی بخش نابینا کے پاس کیا اور کچھ دینیات کی ابتدائی کتابیں پڑھی، اس کے بعد اپنے والد صاحب سے متعدد کتابیں پڑھیں اور تعلیم مکمل کی، اگرچہ آپ کسی مدرسے کے مستند عالم نہیں تھے مگر والد صاحب کی توجہ اور حضرت رائے پوری جیسے شیخ کامل کی صحبت نے آپ کو ایسا بنادیا کہ اللہ نے آپ سے وہ کام لئے جو بڑے متبحر عالم ومجاہد سے لیتا ہے۔

شادی خانہ آبادی

حضرت حافظ صاحب کی شادی غالباً ۱۹۳۲ء میں ۲۲ر سال کی عمر میں موضع کلانور ضلع

روہتک، پنجاب (موجودہ ہریانہ) میں عبدالرزاق خان کی بڑی لڑکی سکینہ بیگم سے ہوئی، نکاح کلانور کی مسجد کے امام صاحب نے پڑھایا۔

حضرت رائے پوری سے تعلق اور ان کی خدمت

حضرت ملاجی کی وجہ سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب حضرت حافظ صاحب کو خوب چاہتے تھے، مگر حضرت حافظ صاحب کی طبیعت زیادہ اس طرف نہیں جاتی تھی، ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے مولانا احمد الدین صاحب (۱) پنجابی سے فرمایا کہ ''عبدالرشید اگر بدل جائے تو بہت دین کا کام کرے گا'' اسی طرح ایک مرتبہ فجر بعد جب حضرت شاہ صاحب ٹہل کر آئے، تو حضرت ملاجی نے حضرت شاہ صاحب کی بغل بھر کر اور رو کر فرمایا کہ ''عبدالرشید کا خیال رکھئے'' اس طرح والد صاحب کی چاہت اور حضرت شاہ صاحب کی توجہ سے حضرت حافظ صاحب کی طبیعت بدل گئی، اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کی خدمت میں خانقاہ میں خوب آنا جانا شروع کر دیا، یہاں تک کہ تنہائی میں بھی حضرت کے پاس رہنے کا موقع ملنے لگا، ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب نے رات میں فرمایا کہ ''عبدالرشید توبہ تو کرلو!'' بس اسی وقت حضرت شاہ صاحب کے ہاتھوں پر بیعت کی، اور سلوک وطریقت کے منازل طے کرنے شروع کر دئے، جب یہ نوبت آئی تو حضرت شاہ صاحب نے توجہ کم کر دی، تاکہ حضرت حافظ صاحب کے اندر طلب صادق پیدا ہو، مگر اب تو تار جڑ چکے تھے، اس لیے تعلق میں اضافہ ہی ہوتا گیا، یہاں تک کہ جلوت وخلوت میں بھی حضرت کے پاس رہنے لگے، اور فنا فی الشیخ ہو گئے، بلکہ یک جان دو قالب والا مسئلہ ہو گیا، حضرت شاہ صاحب کی ضروریات کو

(۱) مولانا احمد الدین صاحب رائے پور گوجراں ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے، آپ کے والد ماجد مولانا بخش اور چچا مولانا فضل احمد رائے پوری، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے اہم سبق تھے، مولانا فضل احمد کو حضرت شاہ صاحب سے خلافت واجازت حاصل تھی، مولانا احمد الدین صاحب کی وفات ۱۳۵۹ھ م ۱۹۴۰ء میں ہوئی۔

سمجھنے لگے، اور حضرت شاہ صاحب کے احوال قلب پر وارد ہونے لگے، اور شیخ کی معرفت نصیب ہو گئی، مزید حضرت شاہ صاحب کی خدمت کرتے رہتے اور قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہتے، بعض مرتبہ دن میں ایک قرآن اور دس پارے پڑھتے، حضرت شاہ صاحب نے منع فرمایا، تب بیس پچیس پارے پڑھنے لگے، حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب فرماتے ہیں کہ ''حضرت حافظ صاحب ۶ رمنٹ میں ایک پارہ پڑھا کرتے تھے'' یہ صحبت شیخ اور قرآن سے عشق، کثرت تلاوت اور تعلق مع اللہ کا نتیجہ تھا کہ وقت میں اس قدر برکت ہوتی کہ ۶ رمنٹ میں ایک پارہ ختم ہو جاتا۔

اجازت وخلافت

جب حضرت حافظ صاحب نے سلوک وطریقت کے تمام منازل طے کر لئے اور حضرت شاہ صاحب کو مکمل اعتماد حاصل ہو گیا، تو حضرت شاہ صاحب نے حضرت حافظ صاحب کو چاروں سلسلوں (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) میں خرقہ خلافت اور اجازت بیعت مرحمت فرمائی، مگر حضرت حافظ صاحب کسی کو بیعت نہ کرتے، حضرت شاہ صاحب بہت اصرار کرتے کہ لوگوں کو بیعت کرو، مگر پھر بھی نہ کرتے، یہاں تک حضرت شاہ صاحب نے حضرت حافظ صاحب کو یہ فرمایا کہ تم بیعت کرو! اگر بیعت نہیں کرو گے، تو گنہ گار رہو گے۔

سب سے پہلی بیعت

اس کے بعد حضرت ملا معز الدین جیت پور والے حضرت حافظ صاحب کو اپنے گاؤں جیت پور (ضلع انبالہ) لے گئے، اور حضرت حافظ صاحب کو مسجد میں بٹھا کر لوگوں کو جمع کیا اور جیت پور کے سب لوگ حضرت حافظ صاحب سے بیعت ہوئے، گویا سب سے پہلی بیعت جیت پور سے شروع ہوئی، اس کے بعد حضرت حافظ صاحب بیعت کرنے لگے۔

شاہ صاحب کا آخری زمانہ

حافظ صاب کا کپڑا پکڑنا اور بیعت کرانا

حضرت شاہ صاحب جب بہت ضعیف اور کمزور ہو گئے، اور لوگوں کا جم غفیر ہوتا، تو حضرت حافظ صاحب ہی حضرت شاہ صاحب کے حکم سے کپڑا پکڑتے اور سب کو توبہ اور بیعت کے کلمات کہلواتے اور آخر میں تو حضرت حافظ عبدالرشید ہی عموماً بیعت کراتے تھے، بلکہ اخیر میں تو ذکر سکھانے کے لیے بھی حضرت شاہ صاحب حضرت حافظ صاحب کو ہی فرماتے، چنانچہ حضرت حافظ صاحب لوگوں کو ذکر سکھلاتے۔

شاہ صاحب کے زمانے میں حافظ صاحب کے دعوتی سفر

حضرت شاہ صاحب نے حضرت حافظ صاحب کو اپنی حیات ہی میں دعوتی اور تبلیغی اسفار پر بھیجنا شروع کر دیا تھا، چنانچہ حضرت حافظ صاحب نے حضرت شاہ صاحب کے حکم سے ہریانہ، پنجاب، ہماچل اور دہرہ دون کے بہت اسفار کئے اور سب جگہ دعوت واصلاح اور بیعت وارشاد کا سلسلہ جاری رہا، سفر سے واپس آ کر حضرت شاہ صاحب کو سفر کی روداد سناتے اور کارگزاری بتلاتے، تو حضرت شاہ صاحب بہت خوش ہوتے اور دعائیں دیتے۔

پہاڑوں کے دعوتی سفر

حضرت حافظ صاحب مسطح اور زرخیز علاقوں کے علاوہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور تنگ راستوں کا بھی سفر کرتے تھے، جہاں پر گاڑی تو کیا پیادہ پا چلنا بھی بڑا مشکل ہے، پورے پورے دن پیدل چلتے، ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں جاتے، لوگوں کو اکٹھا کر کے ان کو توبہ کراتے اور کلمہ طیبہ سکھاتے، نماز، روزے کا طریقہ بتلاتے، صحیح راستے پر لاتے اور ان کو سمجھا بجھا کر چھپر کی مسجد کی بنیاد ڈالتے، اس طرح وہ اللہ کا نام لینے والے بن

جاتے، اور اپنے مسجود حقیقی کے آگے پنجوقتہ سربسجود ہوتے اور سچے مسلمان بن جاتے۔

پنجاب وہریانہ کے شمالی حصہ کا دورہ اور لوگوں کے ایمان کی تجدید

حضرت حافظ صاحب نے ۱۹۴۷ء کے بعد اپنے شیخ کے حکم سے پنجاب اور ہریانہ کے شمالی حصہ کا دورہ فرمایا، جمنا سے لے کر چنڈی گڑھ تک تقریباً پچاسی گاؤں ہیں جو پہاڑوں کی تلہٹی میں آباد ہیں، اور وہ تقسیم ہند کے موقع پر مرتد ہو گئے تھے، اور انہوں نے اپنے نام تک بدل دئے تھے، سروں پر چوٹے رکھنے شروع کر دئے تھے، ماشاء اللہ حضرت حافظ صاحب کی سعی بلیغ سے وہ لوگ دین حق میں واپس آ گئے، اور دوبارہ کلمہ پڑھ کر پھر ایمانی و اسلامی زندگی سے شرف یاب ہوئے۔

مختلف مقامات کے دعوتی سفر

ہریانہ وپنجاب کی طرح حضرت حافظ صاحب نے ہماچل کے دور دراز مقامات کے بھی دورے کئے، ناہن، سرمور، شملہ میں خاص طور سے اسفار کئے، اسی طرح یوپی خاص طور سے دہرہ دون، سہارنپور، مظفرنگر، ہریدوار، میرٹھ اور بجنور وغیرہ میں بھی بہت سے سفر کئے، ایک ایک ہفتہ قیام فرماتے، سنیچر کی صبح جاتے اور جمعرات کی شام کو رائے پور واپس تشریف لاتے، ہر جگہ رجوع عام ہوتا، لوگ پروانہ وار جمع ہوتے، اور آپ کی بابرکت ذات سے استفادہ کرتے، اپنے گھروں پر لے جاتے، مسجدوں میں اکٹھے ہو کر ذکر واذکار اور وعظ ونصیحت کی مجلسیں منعقد کرتے، شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کا یہ شعر آپ پر صادق آتا ہے: ؎

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلی، نہ صفاہاں، نہ سمرقند

بعض اسفار میں آپ کے دست مبارک پر ۲۴/۲۵ ہزار آدمیوں نے توبہ کی، اور ایک سفر میں تو لوگوں نے اندازہ لگایا کہ تقریباً چالیس ہزار آدمی تائب ہوئے، الغرض آپ کے

دوروں اور اسفار کا مقصد دعوت دین، رجوع الی اللہ، دین کی بنیادی باتوں اور عقیدہ توحید کی دولت سے لوگوں کو روشناس کرانا تھا، جو دین سے بے راہ روی اختیار کیئے ہوئے ہوتے، یا حالات کے آگے سرنگوں ہوگئے تھے، آپ کی زندگی کا دو تہائی حصہ اسفار پر ہی مشتمل ہے۔

حج بیت اللہ

حضرت حافظ صاحب نے ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں حجاز مقدس کا سفر کیا، اور بیت اللہ کی زیارت کی اور حج کا فریضہ انجام دیا، حج سے فراغت کے بعد جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے، تو روضہ اقدس پر برجستہ آپ کے ذہن میں ایک درود آیا، جس کو آپ نے پڑھا: "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ أَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ" اس سے حضرت حافظ صاحب کے عشق رسول و محبت رسول اور فنافی الرسول ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

زندگی کی مشغولیات وخصوصیات

آپ کی زندگی کی مشغولیات ہمہ وقت یہ رہتیں کہ اللہ کی بھٹکی ہوئی مخلوق صحیح راستے پر آجائے، پریشان حالوں کی پریشانیاں دور ہوجائیں، اس لیے حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھتے، اخبار اور ریڈیو کے ذریعہ خبریں سنتے اور مظلومین کے لیے دعا کرتے، اور دنیا میں کہیں بھی مسلمانوں پر نامساعد حالات آتے تو آپ پریشان ہوجاتے اور اللہ کی طرف متوجہ ہوجاتے اور دعاء میں مشغول ہوجاتے، رائے پور کے زمانہ قیام میں مہمانوں کی آمد کا برابر سلسلہ رہتا، تو سب کو کھانا کھلاتے اور ہر وقت دسترخوان چلتا رہتا، اور سب مہمان شکم سیر ہوکر کھانا کھاتے، پانچوں نمازوں کے بعد دعاء کا بہت زیادہ غلبہ رہتا، نمازوں کے اوقات کے علاوہ بھی جب وقت ملتا، اللہ کی طرف متوجہ ہوجاتے، اور دعاء میں مشغول ہوجاتے، اس طرح آپ مستجاب الدعوات ہوگئے تھے، توبہ کا بھی زیادہ اہتمام تھا، اکثر

اوقات اللہ کی طرف متوجہ ہوکر توبہ کرتے، خاص کر نمازوں کے بعد تو توبہ اکثر کیا کرتے تھے، نیز ذکر میں بھی استغراق کی کیفیت طاری رہتی، ہر وقت زبان پر ذکر جاری رہتا، بلکہ رات میں سوتے وقت جب بھی آنکھ کھلتی اس وقت بھی زبان پر ذکر جاری ہوجاتا، باقی اوقات قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہتے، سفر میں بھی، حضر میں بھی تلاوت کلام پاک کا معمول تھا، اپنی دعاؤں میں مردوں کو ایصال ثواب کا بہت معمول تھا، اور جس جگہ جاتے وہاں کے مردوں کو بھی پڑھ کر بخشنے کا معمول تھا، رمضان المبارک میں پوری کیفیت بدل جاتی، رمضان میں سفر بھی نہیں کرتے تھے، رات بھر عبادت کرتے، سونا بہت کم ہوتا تھا، فجر بعد سونے کا معمول تھا، آپ کے حالات و مشغولیات اور خصوصیات کو دیکھ کر زبان پر یہ شعر آتا ہے: ؎

دل کا دریا نطق کی وادی میں بہہ سکتا نہیں
آدمی محسوس کرسکتا ہے کہہ سکتا نہیں

نصیحت وتربیت کا خاص انداز

حضرت حافظ صاحب نصیحت بھی ایک خاص انداز میں فرماتے، جو بہت جامع ہوتی، دل پر اس کا اثر ہوتا، بڑے سے بڑا متکبر بھی جب آپ سے ملتا اور آپ اس کو نصیحت فرماتے تو وہ بھی موم ہوجاتا، اور سر تسلیم خم کردیتا، یہاں تک کہ لوگ اپنے گھریلو معاملات میں، خاندانی تنازعوں اور جھگڑوں میں بھی آپ کو حکم کی حیثیت سے لے جاتے، کیونکہ آپ کی نصیحت کا انداز اور سمجھانے کا طریقہ عجیب وغریب ہوتا۔

غیر مسلموں کے ساتھ رواداری

حضرت حافظ صاحب برادران وطن، ہندو بھائیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن اخلاق، اعلی کردار اور اچھے انداز سے پیش آتے، بہت سے ہندو آپ سے مانوس ہوئے،

اور جن کو اللہ تعالی نے توفیق دی وہ آپ کی سعی سے مشرف بہ اسلام بھی ہوئے۔

جنات سے تعلق

حضرت حافظ صاحب کا جنات سے بھی تعلق تھا، بہت سے جنات کا آپ سے اصلاحی وروحانی تعلق تھا، اور وہ آپ سے بیعت تھے، اسفار میں بھی بہت سے جن خدام آپ کے ساتھ رہتے تھے، آپ ان کے زندوں اور مردوں کے لیے بہت دعائیں کرتے تھے، جس کی وجہ سے جنات آپ کا بہت لحاظ کرتے تھے۔

گھر والوں کے ساتھ آپ کا معاملہ

حضرت حافظ صاحب آخر عمر تک اپنے گھر والوں، اولاد، پوتوں کے حقوق ادا کرتے رہے، ان کے نان ونفقہ کا بھی خاص خیال فرماتے رہتے تھے، حالانکہ آپ کے ذمہ ان کے حقوق نہیں تھے مگر استحساناً آپ سب کی ضروریات پوری کرتے۔

محبت الٰہی ومحبت رسول اور عشق صحابہ

اولیا اللہ محبت الٰہی اور یاد الٰہی میں ہر وقت محو رہتے ہیں، چنانچہ حضرت حافظ صاحب بھی عشق الٰہی اور محبت الٰہی میں سرشار تھے بلکہ محبت الٰہی کے دیوانے تھے، حضرت حافظ صاحب نے محبت الٰہی میں اپنے آپ کو مٹا دیا تھا، اور اس کو تعلیماً یوں ارشاد فرماتے تھے:

جب خودی اپنی مٹائی تب خدا مجھ کو ملا
پھر تو زندہ کر دیا مجھ کو عشق فنافی اللہ نے

اسی طریقہ سے ان کے اندر عشق رسول بھی بدرجہ اتم موجود تھا، اس کا اندازہ آپ کی اتباع سنت پر مداومت، کثرت درود اور آپ کی دعاؤں سے ہوسکتا ہے، ایسے ہی آپ کے جاں نثار صحابہ سے بھرپور عشق تھا، اسی طرح اپنے مشائخ اور اکابر سے بھی بھرپور تعلق تھا،

اور ان کے لیے خاص دعاؤں کا اہتمام فرماتے تھے۔

راقم پر حضرت کی شفقتیں

۱۹۹۲ء میں رائے پور کے زمانہ قیام میں جب یہ ناکارہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ (م ۱۹۹۹ء) کے مزار پر عصر بعد ایصال ثواب کے لیے جاتا تھا، تو دوسرے طلبہ کی دیکھا دیکھی راستے میں حضرت حافظ صاحب سے بھی ملنے لگا، ملاقات ومصافحہ کرتا، حضرت حافظ صاحب بھی شفقت فرمانے لگے اور دعائیں دینے لگے کہ ''اللہ تمہیں اپنے مقبول بندوں میں بنالے''، پھر روزانہ آمد ورفت ہوگئی، حضرت کو نمازیں بھی پڑھانے لگا اور جمعہ کے روز آنے والے زائرین اور ضرورت مندوں کے لیے تعویذ بھی لکھنے لگا اور پھر چھٹی کے موقع پر حضرت کے ساتھ سفروں میں بھی جانے لگا اور رمضان میں کئی مرتبہ قرآن شریف سنانے کا بھی موقع ملا، اس طرح حضرت کی بہت شفقتیں اور عنایات اس نامہ سیاہ پر ہوگئیں، یہاں تک کہ ندوہ میں پڑھنے جانے کیلئے حضرت حافظ صاحب کی تائید وتقویت اور سفارش کام آئی، وہ اس طرح کہ آپ نے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے نام خط لکھ دیا اور پھر حضرت مفکر اسلام کی عنایات وتوجہات حاصل رہیں، غرضیکہ حضرت حافظ صاحب کا اس نامہ سیاہ کی زندگی کو بنانے میں بڑا کردار رہا ہے، راقم نے حضرت کی سیرت وسوانح پر ایک کتاب بھی ''حیات عبدالرشید'' کے نام سے لکھی، جس میں آپ کی حالات زندگی، دعوتی اسفار، صفات وکمالات، اصلاحی کارنامے، مدارس ومساجد کا قیام، واقعات وکرامات، ارشادات وملفوظات، عملیات ومجربات، معاصرین کے تأثرات کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے، اللہ تعالی آپ کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے، اور راقم آثم کو اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمالے۔

اوصاف وخصائل

حضرت حافظ صاحب سنت کا بہت اہتمام کرتے تھے، اور زندگی کے ہر شعبہ میں سنت کو ہی دیکھنا چاہتے تھے، اور اس پر خود عامل تھے، اور دوسروں کو سنت پر کاربند رہنے کی تاکید کرتے تھے، ہمیشہ باوضو رہنے کا اہتمام فرماتے، اخیر عمر تک نوافل اور تہجد کا اہتمام فرمایا، جود وسخاوت جیسا کہ آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، اس میں بلا امتیاز مذاہب مسلم وغیر مسلم سب کی مدد کرتے اور اپنی سخاوت کے جوہر دکھاتے، یتیموں، مسکینوں، بیواؤں کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی کا معاملہ فرماتے، یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ بھی محبت وہمدردی کا معاملہ فرماتے اور اس کو پسند فرماتے، زہد وتقوی اور توکل، عاجزی اور انکساری، تواضع، محبت وشفقت، طلبہ اور بچوں سے محبت والفت میں اپنی مثال آپ تھے، غرضیکہ آپ اعلی اخلاق وکردار، عادات وخصائل، ورع وتقوی اور علم وعمل کے جامع، صاحب نسبت ومعرفت اور منبع فضل وکمال تھے، بلکہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک تھے۔

اصلاحی ودینی کارنامے

اول تو آپ نے ۱۹۴۷ء میں ہریانہ میں مرتد ہونے والے ۸۵؍ گاؤوں کے لوگوں کو دوبارہ ایمان میں داخل کیا، اور ان کے عقائد درست کئے، دوسرے بیعت وارشاد اور اصلاح وتربیت کا ایسا بازار گرم کیا جس سے ہزاروں اور لاکھوں لوگوں کی اصلاح وتربیت ہوئی، ان کے ایمان درست ہوئے، تیسرے آپ نے ایسے علاقوں میں جہاں ہندوانہ رسم ورواج، باطل عقائد اور دین سے دوری کا دور دورہ تھا، وہاں احیاء سنت کا فریضہ انجام دیا، بدعات وخرافات، رسم ورواج کا سدباب کیا، خاص طور سے دیہات اور ناہن ہماچل وغیرہ میں اس باب میں آپ نے نمایاں کامیابی حاصل کی، چوتھے اللہ تعالی کی خاص توفیق اور ایمانی جذبہ اور اصلاح وتربیت کے مخصوص انداز سے بہت سے غیر مسلموں کو اسلام

میں داخل کیا، اور ان کو اسلامی طریقہ پر زندگی گزارنے کا سلیقہ بتلایا، پانچویں آپ نے ہریانہ، پنجاب وہماچل اور دہرہ دون میں ۴۴؍ مساجد تعمیر کرائیں، اور بکثرت مدارس قائم کئے اور آخیر عمر تک سرپرستی فرماتے رہے، نیز آپ نے اپنے اس بابرکت کام کی باگ ڈور سنبھالنے کیلئے جو آپ کی زندگی کا مشغلہ اور وظیفہ رہا ہے، ایسے افراد تیار کئے جو اس کو بحسن وخوبی انجام دے سکیں، ایسے افراد کی تعداد ۲۲؍ رہے، باقیات الصالحات میں چار لڑکے ایک لڑکی درجنوں پوتے، پوتیاں، نواسے اور نواسیاں چھوڑیں اور مریدین کا ایک وسیع حلقہ۔

علالت اور وفات

۱۴۱۶ھ کا رمضان شروع ہوگیا تھا، حافظ مشکور صاحب رائے پوری قرآن شریف سنا رہے تھے، طبیعت کی خرابی کی وجہ سے پہلا روزہ نہ رکھ سکے تھے، دوسرا اور تیسرا اچھی حالت میں رکھا، مرض وفات کی رات میں حافظ مشکور صاحب نے ۲؍ پارے سنائے، حضرت حافظ صاحب نے ان کو فرمایا ''پڑھا لے جتنا تیری مرضی ہو'' اسی رات آپ بڑا لطف لے کر یہ شعر بار بار پڑھ رہے تھے:

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتے ہزاروں کی تقدیر دیکھی

ایک دوسرا شعر جو زبان پر جاری تھا:

روح میری تن سے جب آزاد ہو
لب پہ کلمہ دل میں تیری یاد ہو

۴؍ رمضان ۱۴۱۶ھ کی جمعرات کی شب میں تقریباً گیارہ بجے آپ نے جو آخری بات فرمائی، وہ یہ ہے: ''ولی کی صفت یہ ہوتی ہے کہ اگر اس سے کوئی سوال کرے کہ تیرا کیا مقام ہے تو وہ حلف اٹھا کے قسم کھا سکتا ہے کہ دنیا کا سب سے بدترین انسان میں ہوں''

۲۵/جنوری ۱۹۹۶ء جمعرات کی شب میں سحری کے وقت حسب معمول خدام کو اٹھایا، اور گھر والوں کو اٹھانے کے لیے فرمایا، اس کے بعد پیشاب کے لیے خادم نے حضرت کو استنجا خانہ میں بٹھایا کہ بے ہوش ہو گئے اور پھر ہوش نہ آیا، اس کے بعد طبی جدوجہد شروع کی گئی مگر:

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

بالآخر حضرت حافظ صاحب ۸۶/سال تک روحانی غذا پہنچا کر ۷/رمضان ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۸/جنوری ۱۹۹۶ء اتوار کی شب میں تقریباً ۹/بج کر ۴۵/منٹ پر سہارنپور نرسنگ ہوم میں ملک جاودانی کی طرف کوچ فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون

اگلے دن بعد نماز ظہر خانقاہ میں حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خانقاہ کے قبرستان میں مسجد سے شمال کی جانب اپنے والد کے جوار میں مدفون ہوئے۔

صاحب بصیرت

حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائپوریؒ

حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائے پوریؒ

تمہید

حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائے پوری اللہ تعالی کے برگزیدہ اور مقبول بندوں میں سے تھے، جنہوں نے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری اور اپنے والد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوری کی خدمت میں ایک طویل عرصہ گزار کر تربیت حاصل کی، اور سلوک وطریقت میں ایک ممتاز مقام حاصل کیا، اور اپنے فیض سے خلق کثیر کو فیضیاب کیا۔

تعلیم وتربیت

حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائے پوریؒ کی پیدائش ۱۹۲۸ء میں گمتھلہ ضلع کرنال میں ہوئی، اور پانچ سال کی عمر سے خانقاہ رائے پور میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کی خدمت عالیہ میں مستقل طور پر قیام فرما ہوگئے اور تقریباً تیس سال آپ نے حضرت رائے پوری ثانی کی صحبت اختیار کی، اور پوری دلجمعی اور جانفشانی سے خدمت کی، آپ کی پوری تعلیم حضرت کی نگرانی میں رائے پور میں ہوئی، آخری دو سال مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کر کے ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں فراغت حاصل کی، اور اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئے۔

ہر دو مشائخ رائے پور کی صحبت اور خدمت

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت رائے پوری قدس سرہ نے آپ کو خصوصی طور پر اپنی

نگرانی ورہنمائی میں رکھا، ذکر واذکار کی تلقین کی، اس کے بعد آپ نے پوری یکسوئی کے ساتھ اپنا وقت مسلسل حضرت رائے پوری کی صحبت اور ذکر واذکار کی مداومت میں گزارا، منازل سلوک وطریقت طے کئے، اور دینی تربیت حاصل کی، منازل سلوک وطریقت طے کرنے کے بعد حضرت رائے پوری نے ۱۹۵۰ء میں آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا، اس کے بعد بھی مسلسل ۱۲/سال حضرت کی خدمت میں رہے، یہاں تک کہ ۱۹۶۲ء میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد تقریباً ۳۰/سال کا عرصہ آپ نے اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوری کی خدمت عالیہ میں رہ کر ان کی خدمت کی اور صحبت اٹھائی، اس طرح آپ نے ہر دو مشائخ رائے پور سے کسب فیض کیا، اور دونوں کی صحبت اٹھائی، گویا کہ آپ کی تربیت ہر دو حضرات نے اپنے اپنے وقت پر کی، جس کا اثر آپ کی زندگی میں نمایاں طور پر معلوم ہوتا تھا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے جانشین

جون ۱۹۹۲ء میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوری کا انتقال ہوا، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے وفات سے تقریباً ۴/سال قبل حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائے پوری کو اپنا جانشین مقرر کردیا تھا، چنانچہ ۱۵/جنوری ۱۹۸۸ء کو خانقاہ کی مسجد کے سامنے رائے پور کے وسیع میدان میں ہزاروں انسانوں کی موجودگی میں حضرت نے اس کا اعلان کیا، اس کے بعد بھی مختلف موقعوں پر حضرت مولانا کے بارے میں بہت اونچے کلمات ارشاد فرمائے، اسی لئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی معذوری کے زمانے میں طالبین وسالکین کی رہنمائی اور ہدایت کی ذمہ داری آپ ہی کی تھی، آپ ہی حضرت اور لوگوں کے درمیان ترجمان ہوا کرتے تھے، بیعت کے کلمات کہلواتے تھے، ذکر کر تلقین کرتے تھے، حضرت کا سلام لوگوں کو پہنچاتے تھے، اور لوگوں کی طرف سے حضرت کو پیغام پہنچاتے تھے، اس طرح

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی وفات کے بعد وہ اپنے والد ماجد کے جانشین قرار پائے، اور مسلمانوں کی رہنمائی وتربیت واصلاح کا فریضہ انجام دیا، اس کے بعد کئی مرتبہ خانقاہ رائے پور تشریف لائے اور مسلمانوں نے آپ کی ذات بابرکت سے استفادہ کیا۔

راقم کا حضرت والا سے تعلق

حضرت مولانا سعید احمد صاحب ۱۹۹۲ء میں جب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے ساتھ رائے پور خانقاہ میں مقیم تھے، راقم کو ان کی خدمت کی سعادت بھی نصیب ہوئی، اور گفتگو کرنے کا موقع بھی ملا، راقم رمضان میں قرآن شریف سورت میں سناتا تھا، تو اس کی روداد جب حضرت کو سناتا تو بہت رشک کرتے تھے، اور خوش ہوتے تھے، اور بہت شفقت فرماتے تھے، اللہ تعالی حضرت والا کے درجات بلند فرمائے۔

لوگوں کے لئے مرجع الخلائق

ان کے افکار ونظریات سے بہت سے لوگوں کو اختلاف تھا، اس لئے بہت سے ان سے متفق نہیں تھے، مگر رائے پور اور اکابر رائے پور کی نسبت کی بنا پر وہ بہت سے لوگوں کے لئے مرجع خلائق بنے ہوئے تھے، اور دین وایمان اور اسلام کی خدمت میں مشغول تھے، وہ اپنے افکار ونظریات کی اشاعت وتشکیل بھی اپنے خاص انداز میں کرتے تھے، جس زمانے میں وہ رائے پور تشریف لاتے تو لوگوں کا ہجوم ہوجاتا تھا، اور مہمانوں وزائرین کی کثرت ہوجاتی تھی، حضرت والا کی ذات سے مسلمانوں کو ہندوستان وپاکستان میں فیض مل رہا تھا۔

آپ کا انتقال پرملال

حضرت والا اپنی دینی وعلمی اور اصلاحی خدمات میں مشغول تھے کہ وقت موعود آگیا اور

وہ اپنی محنتوں اور دینی خدمات کا صلہ پانے کیلئے اپنے رب کے پاس چلے گئے، اور ۱۹ر ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۶ر ستمبر ۲۰۱۲ء بروز بدھ ان کا انتقال ہوگیا، اللہ تعالی انکی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے، راقم سطور حضرت والا کی وفات کے بعد سے اب تک مسلسل ان کی درجات کی بلندی کے لئے دعا کرتا ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے اور اپنے پاک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عارف باللہ

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائپوریؒ

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ

تمہید

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ سے ملاقات وتعارف تو رائے پور کے زمانہ قیام ۱۹۹۲ء میں ہوا، جب نامہ سیاہ مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں زیر تعلیم تھا، اور حضرت شیخ ومرشد الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ کی خدمت اقدس میں رہتا تھا، تب معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب ایک بزرگ ہیں، اوران کے والد حضرت حافظ محمد ایوب صاحب شیخ ومرشد حضرت حافظ عبدالرشید صاحب کے برادر اکبر تھے، جو ستودہ صفات، سلیم الفطرت، نیک خصال اور خاموش طبیعت کے حامل انسان تھے، اللہ تعالی نے ان کو بہت سی صفات سے نوازا تھا، قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے، حضرت مفتی صاحب کو ان کا نور نظر، فرزند ارجمند ہونے کا اور حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری کا بھتیجا اور خلیفہ مجاز ہونے کا شرف حاصل ہے، اس طرح حضرت مفتی صاحب خاندانی طور پر بھی نیک طبیعت اور بزرگانہ مزاج کے حامل انسان تھے، آپ ایک عرصے تک جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں استاذ ومفتی کی حیثیت سے دینی وعلمی خدمات انجام دیتے رہے، مظاہر علوم کے اختلافات کے زمانہ میں غیر جانبدار ہوکر یکسو ہوگئے تھے اور پھر اپنی تمام تر توجہات روحانی ترقی اور مدارج سلوک کے طے کرنے میں صرف کیں، آپ کے مزاج میں صفائی، ستھرائی، نظم وضبط، حلم وتواضع اور یکسوئی جیسی صفات سمائی ہوئی تھیں، روحانیت اور اپنے اعلی اخلاق وکردار اور ربانی صفت کی بنا پر خانقاہ رائے پور میں مرجع خلائق بنے ہوئے تھے، آپ کو

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کی خدمت بابرکت میں رہنے اور ان کی مجلسوں اور صحبتوں سے کسب فیض کا بھی موقع ملا ہے، نیز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے خانقاہی ماحول میں آپ کو اور حضرت مفتی عبدالعزیز صاحبؒ سابق ناظم اعلی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کو جوڑی کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

مفتی صاحب سے راقم کا تعلق اور محبت

راقم سطور کو حضرت مفتی صاحب سے مناسبت ومحبت اپنے شیخ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری کے زمانہ میں ہوئی، بلکہ بعض مرتبہ راقم بھی حضرت حافظ صاحب کے ساتھ سفر میں ہوتا اور حضرت مفتی صاحب بھی، حضرت مفتی صاحب کی یہ کیفیت دیکھی کہ حضرت حافظ صاحب تو لوگوں میں مشغول، کسی کو تعویذ دے رہے ہیں، کسی کو پانی پر دم کر کے دے رہے ہیں، اور کسی کا دکھڑا سن رہے ہیں، اس کے لیے دعائیں کر رہے ہیں، اس کو تسلی دے رہے ہیں اور حضرت مفتی صاحب خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ کسی کونہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

ایک لطیفہ

ایک مرتبہ یہ لطیفہ پیش آیا، راقم نے کہیں پڑھا یا سنا تھا کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو جب بعض مرتبہ لوگ تعویذ کے سلسلہ میں پریشان کرتے تو صرف بسم اللہ لکھ کر کے دیدیتے اور شاید کبھی خالی کاغذ بھی موڑ کر دیدیتے (واللہ اعلم) اور لوگوں کو فائدہ ہوتا، تو چونکہ حضرت حافظ صاحب کے ساتھ راقم سطور تھا اور حضرت مفتی صاحب بھی، حضرت حافظ صاحب سے تعویذ لینے والوں کا ہجوم تھا، اور تعویذ لکھنے کا کام میرے سپرد تھا، تو بعض جگہ اس نامہ سیاہ نے بھی لوگوں کے ہجوم میں پہلے تو صرف بسم اللہ

لکھ کر اور پھر زیادہ بھیڑ میں خالی کاغذ موڑ کر لوگوں کو دیے، جس کا اظہار میں نے حضرت مفتی صاحب کے سامنے کر دیا، حضرت مفتی صاحب نے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ تو دھوکہ ہوا، مگر میں نے اپنی نادانی اور قیاس سے یہ کام کیا، اللہ معاف کرے، پھر کبھی اس طرح نہیں کیا، اس واقعہ کو کبھی کبھی حضرت مفتی صاحب مجلس میں بیان فرمادیتے۔

مفتی صاحب کے خطوط راقم کے نام

جب نامہ سیاہ ۱۹۹۵ء میں لکھنؤ تعلیم حاصل کرنے گیا، ندوۃ العلماء لکھنؤ کا پہلا سال تھا، تو تمام بزرگوں کو خطوط لکھے، حضرت مفتی صاحب کو بھی ایک عریضہ تحریر کیا، جس میں اپنے لیے دعا کی درخواست کی اور اسی وقت اپنی مطبوعہ کتاب ''مختصر تجوید القرآن'' بھی حضرت مفتی صاحب کو بھیجی اور اس کی اطلاع بھی دی، جس پر حضرت مفتی صاحب کی طرف سے یہ محبت نامہ موصول ہوا:

۱- ۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ

باسمہ تعالی

مکرمی سلام مسنون!

والا نامہ موصول ہوا، آپ کی خیریت معلوم ہو کر بہت مسرت ہوئی، آپ کی مؤلفہ کتاب ''مختصر تجوید القرآن'' موصول ہوگئی، حق تعالی شانہ آپ کو ہر طرح کی عافیت اور ترقیات سے خوب نوازے، آمین، یہاں پر سب خیرت ہے، چچا (حضرت حافظ عبدالرشید صاحب) بھی بخیر ہیں، کمزور ہیں۔ والسلام

عبدالقیوم، خانقاہ رحیمی رائے پور

آئندہ سال اکتوبر ۱۹۹۶ء میں حضرت مفتی صاحب کو خط لکھا اور اس کا اظہار کیا کہ راقم چھٹی میں رائپور حاضر ہوا، مگر ملاقات نہ ہو سکی، نیز اپنے لئے دعاؤں کی درخواست کی،

جس کا جواب غالباً حضرت مفتی صاحب نے ۲۰/اکتوبر کی شب میں مندرجہ ذیل تحریر فرمایا:

۲- باسمہ تعالیٰ

مکرمی سلام مسنون!

گرامی نامہ موصول ہوا، خیریت معلوم ہوکر مسرت ہوئی، آپ رائے پور تشریف لائے ملاقات نہ ہوسکی، بہت افسوس ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو روحانی وجسمانی جملہ امراض سے شفائے کلی عطا فرمائے، آمین۔

۱۶/اکتوبر کو راؤ عطاء الرحمٰن صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، حضرت مولانا (سید ابوالحسن علی ندویؒ) کو خط لکھ دیا ہے، باقی سب خیریت ہے، حاضری کا پروگرام بنا رہا ہوں، قریب میں حضرت مولانا کہیں سفر پر تو نہیں جارہے ہیں، مطلع فرمائیں۔

حضرت مولانا (سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت عالیہ میں سلام ودعاء کی درخواست فرمادیں، حضرت (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) سے ملنے کو بہت جی چاہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔ والسلام

۲۰/اکتوبر ۱۹۹۶ء عبدالقیوم، خانقاہ رحیمی رائے پور

اس کے بعد بہت سے خطوط لکھے، ان کے جوابات میرے کاغذات میں کہیں ہوں گے، مجھے صرف یہ دو جواب ہی مل سکے، جو یہاں نقل کردئے گئے۔

مفکر اسلام کا ذکر جمیل اور انکی خدمت میں حاضری کا تقاضہ

اس کے بعد جب بھی راقم لکھنؤ سے گھر آتا تو حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا، حضرت مفتی صاحب بھی یکسو ہوجاتے اور دل بھر کے باتیں کرتے اور شیخ ومرشد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال وکیفیات معلوم کرتے اوران کا ذکر جمیل طویل تر ہوجاتا، جب بھی حاضری ہوتی تو حضرت مفکر اسلام کا

ذکر ضرور آتا اور حضرت مفتی صاحب ان کے واقعات ضرور سناتے بلکہ بعض مرتبہ تو ارشاد فرمایا کہ اب یہاں (رائے پور میں) کچھ نہیں، سب رائے بریلی میں منتقل ہوگیا ہے، اوراس کے بعد حضرت مفتی صاحب کی طبیعت میں تقاضہ ہوتا کہ لکھنؤ یا رائے بریلی مفکر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوں، اور راقم کے ساتھ جانے کو ترجیح دیتے، چنانچہ پھر کئی مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک دو مرتبہ خود بھی خدام کے ساتھ گئے، راقم لکھنؤ میں ہی تھا، تو وہاں ساتھ رکھا، بلکہ کئی مرتبہ یہاں سے حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری بھی ساتھ گئے، حضرت مفکر اسلام بھی بھرپور اکرام کرتے اوران حضرات کا خصوصی خیال فرماتے، بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ بہت سے متعلقین اور مریدین کے ساتھ لکھنؤ گئے اور وہاں بعض خدام نے سیب وغیرہ کاٹ کر اور چھیل کر حضرت مفتی صاحب اور حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب کیلئے رکھے، تو اس میں سے حضرت مفتی صاحب یہ کرتے کہ ایک ایک قاش اٹھا کر اس نامہ سیاہ کو دیتے، راقم ایک طرح شرمندہ بھی ہوتا اور ایک طرح فخر کے ساتھ خوش بھی ہوتا، ایک مرتبہ لکھنؤ سے دونوں بزرگوں کے ساتھ ہردوئی حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں بھی حاضری ہوئی، جہاں حضرت محی السنۃ نے ان اکابر کا خصوصی اکرام کیا، جن کی معیت میں نامہ سیاہ کی بھی قسمت برآئی اور حضرت محی السنۃ کے فیض سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

مفتی صاحب کی ایک کرامت

حضرت مفتی صاحب کی ایک کرامت بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا، وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ لکھنؤ سے ہردوئی جانے کیلئے اسٹیشن پر آئے، ٹکٹ کنفرم نہیں تھا، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ جیسے ہی گاڑی آئی، تو جہاں کھڑے تھے وہاں جوڈبہ آیا اسی میں چڑھ گئے، اور ایک سیٹ پر حضرت مفتی صاحب بیٹھ گئے، بعد میں معلوم ہوا کہ اسی کوچ میں جس سیٹ پر حضرت مفتی

صاحب بیٹھے یہی کنفرم ہوئی ہے، کیا اللہ کی شان، اس سفر میں حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسار پوری اور حضرت الحاج شاہ عتیق احمد صاحب اور دیگر خدام ساتھ تھے۔

مفتی صاحب کی طبیعت اور مزاج میں نظافت وصفائی

حضرت مفتی صاحب کے مزاج وطبیعت میں صفائی ونظافت کس درجہ تھی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے، جو راقم کے ساتھ پیش آیا، وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ راقم حضرت مفتی صاحب کیساتھ دسترخوان پر کھانے کیلئے بیٹھا، دسترخوان پر میرے سامنے جو پلیٹ آئی اس میں پانی کے چند قطرے تھے میں نے اپنی ہوشیاری سے اس پانی کے قطروں کو دسترخوان پر ڈال دیا، حضرت مفتی صاحب کی طبیعت میں نظافت اور صفائی تھی، اس لئے فوراً خادم سے کپڑا طلب کیا اور دسترخوان سے وہ پانی خشک کیا، مجھے اپنی اس نادانی پر شرمندگی ہوئی۔

بھائی ہماری دعوت ہے

حضرت مفتی صاحب کی اس ناکارہ پر بڑی نوازشیں رہیں، جس کی بنا پر کئی مرتبہ حضرت مفتی صاحب غریب خانہ پر بھی تشریف لائے، راقم کی شادی کے موقع پر ولیمہ میں شرکت فرمائی، اسکے بعد جب راقم نے ۳۱/ مارچ ۲۰۰۱ء میں ایک دینی ادارہ مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے سنگ بنیاد کی تقریب کی، اس موقع پر بھی حضرت مفتی صاحب غریب خانہ پر تشریف لائے، اس موقعہ پر ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ہمارے گھر کے ایک کمرے میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ٹھہرے ہوئے تھے، دوسرے کمرے میں بہت سے علماء اور حضرت مفتی صاحب تھے، مفتی صاحب کو کسی نے ادھر سے ادھر اٹھنے کے لئے کہا، تو حضرت مفتی صاحب نے برجستہ فرمایا کہ بھائی ہماری دعوت ہے، مطلب یہ تھا کہ ہمیں بلایا گیا ہے۔

مفتی صاحب کے ہاتھوں مرکز کی جامع مسجد کا سنگ بنیاد

اس کے بعد جب بھی کوئی پروگرام ہوا تو حضرت مفتی صاحب کو دعوت دیدی بلکہ صرف فون بھی کردیا تو حضرت مفتی صاحب تشریف لے آئے، آخری مرتبہ ۹/فروری ۲۰۰۸ء مطابق یکم صفر ۱۴۲۹ھ سنیچر کو مرکز میں جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے تشریف لائے، رات میں حضرت کو فون کردیا تھا، حضرت خوشی خوشی تشریف لائے ساتھ میں حضرت مفتی صاحب کے داماد اور جانشین الحاج عتیق احمد صاحب بھی تھے، اور حضرت مفتی صاحب نے اپنے دست مبارک سے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور دعاء فرمائی اور کھانے سے فراغت کے بعد تشریف لے گئے۔

مرکز سے متعلق مفتی صاحب کی ایک یادگار تحریر

جب راقم نے مرکز احیاء الفکر الاسلامی قائم کیا، تو مرکز کے لئے درج ذیل تحریر عنایت فرمائی: ''مجھے یہ تحریر کرتے ہوئے خوشی ہورہی ہے کہ قصبہ مظفرآباد، ضلع سہارنپور میں ایک دینی، دعوتی، اصلاحی، فکری وتربیتی اور تعلیمی ادارہ ''مرکز احیاء الفکر الاسلامی'' اکابرین کی سرپرستی میں قائم کیا گیا ہے، اس کے بانی عزیزم محترم مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی ہیں، یہ اپنی نوعیت کا ایک مثالی ادارہ ہے، جس کے مقاصد بہت ہی جلیل اور عظیم الشان ہیں، اس مرکز کے تحت ''جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ'' اور ''جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات'' اور دوسرے کئی دعوتی شعبے چل رہے ہیں، مرکز میں طلبہ وطالبات کی ایک کثیر تعداد زیر تعلیم ہے، اللہ تعالی مرکز کو قبول فرمائے اور اسکی تعمیر وترقی میں چار چاند لگائے، اہل خیر حضرات سے درخواست ہے کہ مرکز کا ہر طرح کا تعاون فرمائیں اور اپنے لیے صدقہ جاریہ بنائیں''۔

مفتی صاحب ایک ولی کامل

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک تھے، وہ بے ضرر، بے لوث، نہایت ہی متوضع عالم دین تھے، اللہ تعالی نے ان میں وہ صفات ودیعت فرمائی تھیں، جن کی وجہ سے وہ مقبول ومحبوب بزرگ سمجھے جاتے تھے، ان کے یہاں ''انا'' کی نفی تھی، ''میں'' کا وجود ہی نہیں تھا، وہ بہت بڑے عالم دین، ایک بڑے ادارے کے تجربہ کار مفتی اور عظیم استاد تھے، اوران کی یہ عظمت، ان کا یہ وقار اوران کی یہ عظیم اور قابل احترام شخصیت ان کے مظاہر علوم کے زمانہ میں ہی ظاہر ہوگئی تھی۔

مفتی صاحب کا انداز تدریس بہت قابل فہم تھا

راقم نے دارالعلوم لندن کے بانی ومہتمم حضرت مولانا مفتی محمد مصطفیٰ صاحب سے حضرت مفتی صاحب کے متعلق سوال کیا، جو حضرت مفتی صاحب کے مظاہر علوم کے زمانہ کے شاگرد ہیں، کہ حضرت مفتی صاحب کو اس زمانے میں طلبہ کس نظریہ سے دیکھتے تھے، انہوں نے بتلایا کہ حضرت مفتی صاحب اس زمانہ میں بھی طلبہ کے درمیان قابل احترام سمجھے جاتے تھے، پھر میں نے پوچھا کہ حضرت مفتی صاحب کا انداز تدریس کیسا تھا؟ انہوں نے بتلایا کہ ہم نے حضرت مفتی صاحب سے ہدایہ پڑھی اور حضرت مفتی صاحب کا انداز تدریس بہت ہی قابل فہم ہوتا تھا اور چٹکیوں میں مسئلہ کا حل فرماتے تھے۔

سادگی کی اعلی مثال

شیخ ومرشد حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری خادم خاص وخلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری جن کے حالات پر راقم نے ''حیات عبدالرشید'' کے نام

سے کتاب لکھی ہے، وہ حضرت مفتی صاحب کے چچا تھے، حضرت حافظ عبدالرشید صاحب اپنے بھتیجے حضرت مفتی صاحب کی شان میں بہت اونچے کلمات ارشاد فرماتے تھے، اور اپنے پاس آنے والے زائرین اور مریدین کو تاکید کرتے تھے کہ مفتی صاحب کے پاس ضرور جانا بلکہ سب کو حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں بھیجتے تھے اور کبھی کبھی حضرت مفتی صاحب کو سفر میں بھی ساتھ لے جاتے، کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت حافظ صاحب کے ساتھ راقم بھی ہو اور حضرت مفتی صاحب بھی، مگر حضرت مفتی صاحب اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود کبھی بھی حضرت حافظ صاحب کے ساتھ اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے تھے، حضرت حافظ صاحب کے ساتھ سفر میں ایک کونے میں خاموشی کیساتھ بیٹھ جاتے، اور حضرت حافظ صاحب لوگوں کے دکھڑے سننے میں لگ جاتے، کسی کو تعویذ دیتے، کسی کو پانی پر دم کر کے دیتے، اور یہ مرد خدا گوشہ نشین رہتا، یہ آپ کی سادگی کی اعلی مثال ہے۔

فرشتہ صفت انسان

حضرت مفتی صاحب کا معمول تھا کہ جب روزانہ عصر بعد یا عصر سے پہلے گھر جاتے، تو آتے جاتے حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے، آپ کی طبیعت پوچھتے اور تھوڑی دیر صحبت میں بیٹھتے، پھر خانقاہ تشریف لے جاتے، حضرت مفتی صاحب میں اللہ تعالی نے بہت سی ایسی صفات جمع فرمادی تھیں کہ وہ اس سرزمین پر چلتا پھرتا ایک فرشتہ معلوم ہوتے تھے، نیچے نگاہ کر کے خراماں خراماں چلتے تھے۔

مہمانوں کا استقبال

خانقاہ کے قیام کے زمانہ میں آنے والے مہمانوں کا استقبال کرتے، چائے کا وقت ہوتا چائے پلاتے، کھانے کا وقت ہوتا کھانا کھلاتے، اہل علم حضرات میں سے کوئی تشریف

لاتا، تو اس کو چھوڑنے کے لئے گاڑی تک جاتے، ایک مرتبہ حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی صدر شعبہ تفسیر واستاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لائے، حضرت مفتی صاحب نے ان کی ضیافت کی، گرمی کا زمانہ تھا، راقم ان کے ساتھ لکھنؤ سے آیا تھا، جب مولانا برہان الدین سنبھلی جانے لگے تو حضرت مفتی صاحب ان کو رخصت کرنے کے لئے خانقاہ میں جو کنواں ہے اس کے پاس تک آئے، سخت دھوپ تھی، حضرت مولانا برہان الدین صاحب کے لئے چھتری تھی میں نے کوشش کی کہ حضرت مفتی صاحب بھی چھتری کے سایہ میں چلیں یا وہ خانقاہ میں ہی رہیں، مگر انہوں نے بنا چھتری کے چلنا پسند کیا۔

خانقاہ رائے پور کی شان امتیازی

اگرچہ مہمان نوازی خانقاہ رائے پور کا امتیاز ہے، مگر حضرت مفتی صاحب کے زمانہ نے تو گذشتہ سارے ہی ریکارڈ توڑ ڈالے، وہ اس طرح کہ کوئی بھی مہمان کسی بھی وقت آ گیا، تو اس کو کھانا ملتا ہے، چائے ملتی ہے، اس کی ضیافت ہوتی ہے، سونے کے لئے بستر ملتا ہے، بے وقت آنے پر اس کو نصیحت نہیں کی جاتی، اس کو ڈاٹ نہیں پڑتی، بلکہ مہمانوں کی حسب مراتب ضیافت ہوتی ہے، اور وہ خوش ہو کر لوٹتے ہیں، اللہ کا یہ خاص فضل رہا کہ نہ کبھی کھانا کم پڑتا ہے، نہ کھانا ختم ہوتا ہے، نہ وہاں ذکر کی تلقین کی جاتی ہے، نہ وہاں کوئی نصیحت کی جاتی ہے، ہر آنیوالا اپنے ذوق کے مطابق کسب فیض کرتا ہے، اور اپنی مراد کو پاتا ہے، اور ذاکرین ذکر میں مشغول رہتے ہیں، خدام ہر وقت مہمانوں کی خدمت کے لئے تیار رہتے ہیں، اور یہ ایک دن کا معمول نہیں بلکہ سالہا سال کا ہے، ہم نے حضرت مفتی صاحب کا دور دیکھا ہے، گزشتہ مشائخ رائے پور کا کیا رہا ہوگا، یہ تو دیکھنے والے ہی جانیں، مگر حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے بارے میں تو یہ پڑھا ہے کہ اگر کوئی مہمان تھکا ہارا آیا ہے، تو ضیافت کے بعد حضرت شاہ صاحب مہمان کی ٹانگیں بھی

دباتے تھے، سبحان اللہ کیا بات تھی، کیا شان تھی، یہ ہے مہمانوں کی ضیافت کے سلسلہ میں خانقاہ رائے پور کی شان امتیازی۔

مفتی صاحب پر ذہول ونسیان کی کیفیت

آٹھ نو سال سے حضرت مفتی صاحب پر ذہول ونسیان کی کیفیت غالب ہوتی گئی اور پھر وہ مستغرق فی اللہ اور دنیا ومافیہا سے بظاہر بے خبر وبے تعلق ہو گئے، ایک زمانہ تک اللہ! اللہ! زبان پر جاری رہا، مگر ادھر چند سالوں سے بالکل خاموش رہتے تھے، جس زمانے میں استغراق کی کیفیت میں زبان پر اللہ اللہ جاری رہتا تھا، اس زمانے میں اگر کوئی بڑی شخصیت آتی، تو اس شخصیت کے ساتھ ایسے انداز سے پیش آتے گویا کہ اس کا احترام کر رہے ہیں۔

اکرام ضیف

ایک مرتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مہتمم حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی تشریف لائے تو حضرت مفتی صاحب کرسی پر تھے اور اللہ اللہ کر رہے تھے، فوراً خدام کو اشارہ کر کے کرسی طلب کی، مگر حضرت مہتمم صاحب نیچے ہی بیٹھ گئے، ایک مرتبہ مارچ ۲۰۱۳ء میں میرے ساتھ ایک مہمان الحاج موسی درسوت صاحب جنوبی افریقہ والے حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب خدام نے مہمان کی ضیافت کے لئے ناشتہ کا انتظام کیا، تو حضرت مفتی صاحب نے ان کی دلجوئی کے لئے ایک انگور اٹھا کر منھ میں رکھا، اور اس کو پپولتے رہے، اگرچہ نہ اس کو چبا سکے اور نہ نگل سکے، مگر اس طرح اکرام ضیف میں شریک رہے۔

مفتی صاحب کے مزاج کے مطابق خدام کا میسر ہونا

حضرت مفتی صاحب نے اپنی اس کیفیت کے طویل عرصے تک عام غذائیں استعمال نہیں کیں، بلکہ ان کو غذا مشروب کی شکل میں ہی پائپ کے ذریعہ سے دی جاتی تھی، مگر دیکھنے والے حضرت مفتی صاحب کے چہرے، ان کی نظافت وصفائی سے یہ انداز نہیں لگا سکتے تھے کہ یہ بیمار ہیں، نہ کپڑوں میں کسی قسم کا داغ دھبہ، نہ بدبو، اللہ نے حضرت مفتی صاحب کے مزاج وطبیعت کے مطابق خدام بھی ایسے ہی عطا کئے تھے، جو ان کی طبیعت کے مطابق ان کی صفائی وستھرائی کا اسی طرح خیال کرتے تھے، جس طرح حضرت مفتی صاحب خود کرتے تھے، اس طویل عرصے کے اندر کبھی زیادہ طبیعت خراب ہوجاتی تو حضرت مفتی صاحب کے داماد اور خانقاہ کے ذمہ دار حضرت الحاج شاہ عتیق احمد صاحب دہرادون میں کسی اہم ہسپتال میں بھی علاج کیلئے لے جاتے اور طبیعت میں افاقہ ہونے پر واپس لے آتے۔

مفتی صاحب کی علالت اور زائرین کی کثرت

یوں تو حضرت مفتی صاحب ادھر آٹھ نو سال سے معذور اور بیمار تھے مگر وفات سے ہفتہ دس دن پہلے بھی طبیعت کی ناسازی کی بنا پر دہرہ دون لے جائے گئے، جس سے حضرت مفتی صاحب کے انتقال کی خبر بھی خوب عام ہوگئی تھی، مگر اللہ تعالی کو ہفتہ دس دن اور حضرت کے فیض سے لوگوں کو مستفیض کرنا تھا، اس لئے وہ خبر جھوٹی ثابت ہوئی، اس طرح موت کی یہ جھوٹی خبر حقیقی خبر کی تمہید بن گئی، اور زائرین کی تعداد بڑھ گئی، ویسے بھی ادھر چند سالوں سے زائرین کی تعداد بڑھتے بڑھتے ہزاروں بلکہ ہزاروں سے اوپر ہوگئی تھی، کئی کئی مرتبہ زیارت کیلئے اور دعا کیلئے حضرت کو باہر لایا جاتا، اور دعا کرائی جاتی، اور

لوگ حضرت کی زیارت اور ان کی موجودگی میں ہونے والی دعا سے مستفیض ہوتے، جس کا اہتمام حضرت کے جانشین الحاج عتیق احمد صاحب کرتے، اگر مجلس میں کوئی بڑا عالم ہوتا تو الحاج عتیق احمد صاحب اس سے کچھ بیان بھی کراتے، اور دعا بھی اسی سے کراتے۔

حضرت مفتی صاحب کی وفات

حضرت مفتی صاحب کے فیض کا فیضان جاری تھا، اور امت کے افراد وعاشقان اہل اللہ جوق در جوق آرہے تھے اور مستفیض ہورہے تھے، یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ عین منشاء الہی کے مطابق ۲۶/ جمادی الاولی ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۳/فروری ۲۰۱۸ء بروز منگل صبح سوا چھ بجے حضرت مفتی صاحب اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جنازہ وتدفین میں لوگوں کا سیلاب

ایک بار پھر رائے پور کی سرزمین نے وہ منظر دیکھا جو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ کی وفات کے وقت ۱۹۱۹ء میں اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی وفات کے وقت ۱۹۹۲ء میں لوگوں نے دیکھا تھا، بلکہ اس سے کہیں زیادہ ۱۳/فروری ۲۰۱۸ کو چشم فلک نے وہ منظر دیکھا، اور گذشتہ سارے منظروں کو فیل کردیا کہ روڈ پر کئی کلومیٹر تک لوگوں کا ہجوم ہی ہجوم تھا، خانقاہ اور باغ کا میدان بھی انسانوں سے بھرا ہوا تھا، قریب کی اسلامی تاریخ نے کسی شخصیت کے جنازے کا ایسا منظر نہیں دیکھا تھا جو اس روز رائے پور کی سرزمین پر نگاہ آسمان نے دیکھا تھا، دراصل جب کوئی بندہ اللہ سے تعلق کرلیتا ہے، اور اللہ سے محبت کرلیتا ہے، تو اللہ تعالی بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور فرشتوں کے ذریعہ سے منادی کرادی جاتی ہے کہ فلاں بندے سے اللہ تعالی محبت کرتا ہے، اے زمین وآسمان کی مخلوق تم بھی اس سے محبت کرو، یہ اعزاز ایسے ہی لوگوں کیلئے ہے، جنہوں نے اللہ کی محبت

میں زندگی گزاری، جس کا منظر لوگوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا، اللہ تعالی حضرت مفتی صاحب کے درجات کو بلند فرمائے۔

حضرت مفتی صاحب کی تعلیم وتربیت اور زندگی

حضرت مفتی صاحب کی پیدائش یکم جنوری ۱۹۳۳ء میں ہوئی، مظاہر علوم میں تعلیم مکمل کی اور کچھ دنوں تک مدرسہ خادم العلوم باغوں والی ضلع مظفرنگر میں پڑھایا، پھر اکابر کے مشورہ سے مظاہر علوم میں تشریف لے آئے، جہاں پر ۲۲/ سال تک تدریسی خدمات انجام دی، مظاہر سے یکسو ہونے کے بعد خانقاہ رائے پور کو آباد کیا جہاں زندگی کے اخیر لمحات تک بندگان خدا اور طالبان حق کو سیراب کرتے رہے، اور ایک طویل عرصہ تک امت مسلمہ کو فیضیاب کرتے رہے، یہاں تک کہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، اللہ تعالی اپنے پاک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ایمان کامل پر اپنی رضا کے ساتھ خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔

مطبوعات خانقاہ رائے پور

(۱) تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ

(۲) تذکرہ حضرت الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ

(۳) تذکرہ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ

(۴) ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

(۵) رہنمائے سلوک وطریقت

(۶) حیات عبدالرشید

(۷) اللہ ورسول کی محبت

(۸) بزرگان رائے پور

مولفہ

مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد سہارنپور (یوپی)

Mob: 09719831058,9720880803